فہرست

لمعات: (نظامِ معیشت اورامام مہدی)	ادارہ	3
محمدسلمان غانم سے ایک مکالمہ	آصف جلیل' کراچی	5
قرآنِ کریم کے الفاظ ہی وحی الٰہی ہونے کی دلیل ہیں	خواجہ ازہرعباس' فاضل درسِ نظامی	9
پیرومرشد سے دعاؤں کے طلبگار!	عطاءالحق قاسمی	14
مدیر کے قلم سے (چندگذارشات)	ڈاکٹرمنظورالحق' حیدرآباد	17
فکرقرآنی کے سلسلہ میں ایک جہانِ نوکی تشکیل	محمداشرف ظفر' لاہور	26
درسِ قرآن (سورۃ البقرۃ)	غلام احمد پرویزؒ	31
فیملی لاز میں مجوزہ ترامیم کیاخواتین کوان کے حقوق مل جائیں گے؟	فاخرہ تحریم	56
اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ہندوخاندانوں کو ملک چھوڑنے پرمجبورکیاجارہاہے	سلمان شہبازی	59

طلوعِ اسلام کالٹریچر یہاں سے دستیاب ہے

نیچے درج کئے گئے کتب خانوں سے طلوع اسلام ٹرسٹ کی تمام کتب' دروس القرآن کی تمام جلدیں' اسلامی کتابیں اور لائبریری کے لئے تمام موضوعات پر ہمہ قسم کتب رعایتی نرخوں پرخریدنے کے لئے تشریف لائیں۔

1- کلاسک بک سیلرز' 42' دی مال (ریگل چوک)' لاہور۔فون: 042-37312977' موبائل: 0300-4442226

2- علمی کتاب گھر' اردوبازار' کراچی۔

3- البلال بک سنٹر' اردوبازار' کراچی۔

4- مذہبی کتب خانہ' اردوبازار' کراچی۔

5- مکتبہ دارالسلام' اردوبازار' کراچی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لمعات

’’نظامِ معیشت اور امام مہدی‘‘

اگلے دنوں ایک فوجی دوست نے پوچھا کہ قرنِ اول میں مسلمان سپاہیوں (مجاہدین) نے جو محیر العقول کارنامے کر دکھائے‘ اس کی بنیادی وجہ کیا تھی؟ ہم نے کہا کہ ذرا اس پر غور کیجئے کہ وہ کون سے اسباب و احساسات ہیں جن کی وجہ سے ایک سپاہی میدانِ جنگ سے بھاگ جاتا یا کمزوری دکھاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس میں پہلا احساس یہ ہوتا ہے کہ میں مر جاؤں گا اور دوسرا احساس یہ کہ میرے بعد میرے بیوی بچوں کا کیا بنے گا؟ وہ تباہ ہو جائیں گے۔ قرآن نے یہ تصور دیا کہ موت صرف نقلِ مکانی کا نام ہے۔ کوئی انسان موت سے ختم نہیں ہو جاتا۔ وہ زندہ رہتا ہے۔ بس صرف مکان کی تبدیلی ہوتی ہے۔ (اسی لئے ہمارے ہاں موت کے لئے انتقال کا لفظ رائج تھا جو اس تصور کی ٹھیک ترجمانی کرتا تھا)۔۔۔ مسلمان سپاہی کے دل میں یہ تصور‘ ایمان کی حیثیت لئے ہوتا ہے۔ اس لئے اسے موت کا ڈر ہی نہیں ہوتا۔ باقی رہا یہ دھڑکا کہ میرے مرنے کے بعد میرے بیوی بچوں کا کیا ہوگا‘ تو اس کی ذمہ داری پہلے ہی سے مملکت نے لے رکھی ہوتی ہے۔ لہٰذا‘ اسے یہ غم بھی نہیں ستاتا۔ اب سوچئے کہ جس سپاہی کو نہ موت کا ڈر ہو۔ اور نہ ہی اپنے پسماندگان کے مستقبل کی طرف سے کسی قسم کا تردد‘ اس کے زورِ بازو کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ اس کی تو نگاہ سے (اقبالؔ کے الفاظ میں) تقدیریں بدل جاتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کو اگر روٹی کی فکر سے آزاد کر دیا جائے‘ تو وہ جنّ بن جاتا ہے۔ اس کی وہ صلاحیتیں جو اس سے پہلے‘ چکی کے اس پاٹ ۔۔ (Mill-Stone) کے نیچے بری طرح سے دبی اور کچلی رہتی ہیں‘ اس طرح ابھر کر باہر آتی ہیں‘ کہ وہ کچھ اور کی اور مخلوق بن جاتا ہے۔ وہ صحیح انسانی پیکر میں سامنے آتا ہے۔ اس کی عظمتِ انسانیت چھلک کر باہر آ جاتی ہے۔ اس کی ممکناتِ زندگی ایک ایک کر کے‘ محسوس پیکر اختیار کر لیتے ہیں۔ وہ‘ وہ کچھ کر کے دکھا دیتا ہے جسے عام سطح کا انسان‘ معجزات اور کرامات سمجھتا ہے۔ حالانکہ وہ نہ کوئی معجزہ ہوتا ہے نہ کرامت۔ روٹی کے چکر میں پھنسا ہوا انسان‘ کبھی انسانی سطح پر آ نہیں سکتا۔ اسے کسی انسانی مسئلہ کی طرف دھیان دینے کی فرصت ہی نہیں ملتی۔ یہی وجہ ہے جو قرآنِ کریم نے حضرات انبیاء کرامؑ سے کہا کہ:

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحاً. (23:51)-

اے ہمارے رسولو! خوش گوار رزق کھاؤ اور اعمال صالح کرو۔

آپ نے غور فرمایا کہ اعمالِ صالح اور روٹی کا کس طرح چولی دامن کا ساتھ ہے۔ یہ جو ہمارے ہاں ایک مذہبی افسانہ مشہور ہے کہ ابلیس نے آدم کو دانۂ گندم کھلا دیا جس سے وہ جنت سے باہر نکال دیا گیا' تو اس سے کسی سیانے نے اسی طرف اشارہ تو نہیں کیا کہ انسان کو جنت سے نکلوانا مقصود ہو تو اسے روٹی کی فکر میں الجھا دو۔ اس کی تائید خود قرآن سے بھی ہوتی ہے۔ اس نے قصۂ آدمؑ کے تمثیلی انداز میں بتایا ہے کہ آدمؑ جس جنت میں رہتے تھے' وہاں انہیں روٹی کی کوئی فکر نہیں تھی۔ وہاں ان کی کیفیت یہ تھی کہ۔۔۔ **وَكُلاَ مِنْهَا رَغَداً حَيْثُ شِئْتُمَا...** (2:35)- وہ جہاں سے جی چاہتا' پیٹ بھر کر کھالیتا۔ اس سے کہا گیا کہ یاد رکھو! اگر تم ابلیس کے فریب میں آ گئے' تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ۔۔۔ **يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقَى** (20:117)- تو وہ تمہیں اس جنتی زندگی سے نکلوا دے گا اور تمہیں اسی روٹی کی خاطر جگر پاش مشقتیں اٹھانی پڑیں گی۔ انسان اس کے فریب میں آ گیا' جس کا نتیجہ سرمایہ دارانہ نظام کی انفرادیت تھی۔ اس سے **بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ** (20:123)- کی انسانیت سوز جہنم وجود میں آ گئی۔ جس میں ہر فرد کا مفاد دوسرے فرد کے مفاد سے ٹکرانے لگا۔ تو انسان کو اس جہنم سے نکالنے کے لئے' آسمانی راہنمائی (وحی) کا سلسلہ شروع ہوا۔

ہمارے ہاں بدقسمتی سے ''اِمام مہدی'' کا صحیح مفہوم نظریاتی بحثوں اور معتقداتی پیچیدگیوں میں کھو کر رہ گیا' ورنہ (اگر وہ روایات صحیح ہیں تو) نبی اکرم ﷺ نے' ان میں صحیح قرآنی نظام کے سربراہ کی خصوصیات کی طرف اشارہ فرمایا تھا' نہ کہ کسی مافوق الفطرت راستے سے آنے والی منفرد شخصیت کی منفرد خصوصیات۔ آپ نے اس سربراہِ مملکتِ اسلامیہ کی نمایاں خصوصیت یہ بتائی تھی کہ۔۔۔ **یقسم المال صحیحاً**۔۔۔ وہ مال کی صحیح صحیح تقسیم کرے گا۔ کسی نے پوچھا کہ مال کی صحیح تقسیم کا معیار کیا ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ۔۔۔ **بالسوّیة بین الناس**۔۔۔ **تسوّیه** کے معنی ہوتے ہیں' کسی شے میں ہر قوت کا صحیح تناسب کے ساتھ موجود ہونا اور اس طرح اس کا اپنی انتہائی نشو ونما تک پہنچ جانا۔ **اَلسَّوِیُّ** اس چیز کو کہا جاتا ہے جو ہر اعتبار سے افراط وتفریط سے محفوظ ہو اور ٹھیک ٹھیک تناسب رکھتی ہو۔ **اِسْتَوَی الرَّجُلُ**۔۔ کے معنی ہیں' اس شخص کا شباب اپنے انتہا تک پہنچ گیا'۔ لہٰذا مال کی تقسیم **تسویۃً** کے معنی یہ ہوں گے کہ معاشرہ میں سرمایہ کی تقسیم اس طرح ہو کہ نہ اس میں افراط ہو نہ تفریط بلکہ اس انداز سے کہ ہر شخص کی صحیح صحیح نشو ونما ہو سکے اور اس کی صلاحیتیں بھرپور شباب تک پہنچ جائیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آصف جلیل، کراچی

محمد سلمان غانم سے ایک مکالمہ

محترم بشیر احمد عابد کی دعوت پر کویت کے قرآنی سکالر محترم محمد سلمان غانم کراچی تشریف لائے تھے۔ اپنے دس روزہ قیام کے دوران ان کی ملاقات بزموں کے نمائندگان اور اراکین سے ہوئی۔ اس کے علاوہ انہوں نے تین بزموں کا دورہ بھی کیا۔ آصف جلیل صاحب نے طلوع اسلام کے لئے ان کا خصوصی انٹرویو لیا۔

سوال: آپ اپنی زندگی کے بارے میں بتایئے۔

جواب: میں ۱۹۴۵ میں پیدا ہوا۔ ۱۹۷۱ میں کویت یونیورسٹی سے اقتصادیات میں بیچلرز ڈگری حاصل کی۔ اسی سال یونیورسٹی میں پڑھانا شروع کیا۔ ۱۹۷۵ میں انگلینڈ سے اقتصادیات میں ماسٹرز کی ڈگری حاصل کی۔ تقریباً دس سال تک کویت یونیورسٹی میں پڑھایا۔ اس کے علاوہ اقتصادیات، پلاننگ اور ترقی کے بارے میں ریسرچ سے متعلق مختلف عہدوں پر کام کیا۔ پانچ سال تک مجلّہ الاتحاد کا ایڈیٹر رہا۔ اس کے علاوہ مجلّہ العامل میں مضامین لکھتا رہا۔ میری تقریباً ۱۵ کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

وہ کیا اسباب تھے جن کی وجہ سے آپ نے مروجہ عقائد کو چھوڑ کر قرآن کریم کی طرف رجوع کیا؟

جب میں چھوٹا تھا تو گھر میں کوئی کتاب نہیں تھی۔ میں نے پڑھنے اور لکھنے کے لئے قرآن کریم سے مدد لی۔ جب میں بارہ سال کا ہوا تو مذہب کے حوالے سے میرے ذہن میں بہت سے سوالات پیدا ہوتے تھے لیکن میں ان کا اظہار نہیں کر سکتا تھا۔ میرے والد صاحب امام مسجد تھے اور وہ زبردستی نماز پڑھنے کے لئے کہتے تھے لیکن میرا ذہن یہ کہتا تھا کہ یہ وہ صلوٰۃ نہیں جو حضورﷺ کے زمانے میں ادا کی جاتی تھی۔ جب میں یونیورسٹی میں داخل ہوا تو میں نے مارکسی نظریات پر روسی مصنفوں کی کتابیں پڑھنا شروع کیں اور ان سے متاثر ہوا۔ اس کے بعد میں انگلینڈ ماسٹرز کرنے گیا اور پھر شادی کر لی۔ اس دوران میں اقتصادیات پر تو لکھتا رہا لیکن قرآن کریم کو بغور پڑھنے کا موقع مجھے ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد ملا۔ میں نے بہت سی کتب تفاسیر پڑھیں لیکن مجھے بے حد افسوس ہوا کہ

قرآن کریم کو نہایت غلط طریقے سے پیش کیا جاتا ہے۔ جو کچھ قرآن کریم میں کہا گیا ہے، اس کے بالکل برعکس بتایا جاتا ہے۔ بہت سے الفاظ کے وہ معنی بیان کیے جاتے ہیں جو عربی زبان کی رو سے غلط ہیں۔ بہت سی باتوں کا قرآن کریم میں ذکر ہے لیکن مُلا انہیں چھپاتے ہیں۔ مجھے قرآن کریم کے مطالعہ سے اشتراکیت، سرمایہ داری کی نسبت زیادہ قرآنی تصورات کے قریب لگتی تھی، لیکن تمام مذہبی ملا اس کو کفر والحاد سے تعبیر کر کے یکسر رد کر دیتے ہیں اور سرمایہ داری نظام جو انسانیت کا سب سے بڑا دشمن ہے، اس کی حمایت کرتے ہیں۔ میں نے جس طرح قرآن کے احکام کو سمجھا انہیں تحریر میں لے آیا۔

سوال: آپ کی تحریروں پر کس طرح کا ردعمل سامنے آیا۔

میں یونیورسٹی میں پڑھانے کے دوران مجلّہ الاتحاد اور مجلّہ العامل میں لکھتا رہتا تھا۔ان کا موضوع اقتصادیات اور اشتراکیت ہوتی تھی۔ان پر کسی کو اعتراض نہیں ہوتا تھا۔لیکن جب میں نے اسلام کے بارے میں قرآنی نقطہ نظر پیش کیا اور اس موضوع پر میری پہلی کتاب ''الله والجماعة'' (اللہ اور جماعت) کے عنوان سے کویت میں شائع ہوئی تو اس پر شدید ردعمل ہوا۔ اس پر وزارت اعلام کی طرف سے مقدمہ دائر کر دیا گیا۔ عدالت نے کتاب کو ضبط کرنے کا حکم دیا لیکن مجھے کسی قسم کی سزا نہ دی گئی۔اس پر مذہبی لوگوں نے میرے خلاف جھوٹا پراپیگنڈا کیا۔اس وجہ سے ناشروں نے میری کتابوں کو چھاپنے سے معذرت کر لی کیونکہ وہ کسی قسم کی مشکلات میں نہیں پڑنا چاہتے تھے۔اس کے بعد میری تمام کتابیں بیروت سے چھپتی رہیں اور سب پر نہ صرف کویت بلکہ زیادہ تر عرب ممالک میں پابندی لگتی رہی۔ میں اکثر لبنان جاتا رہتا ہوں اور اپنے ساتھ اپنی کتب لے آتا ہوں اور اپنے قریبی لوگوں کو دیتا ہوں۔ اسی طرح جب میں تدریس کے دوران طلبہ کو کورس کے علاوہ اپنے نقطہ نظر سے آگاہ کیا کرتا تھا تو اسے اچھا نہ سمجھا گیا اور مجھے دوسرا کام دے دیا۔ میں نے جہاں بھی کام کیا وہاں پر کام کرنے والوں کو میرے نظریات کا علم ہوتا تو وہ میری شکایت کر دیتے۔ اسی طرح مجھے مختلف اداروں میں ٹرانسفر کیا جاتا رہا۔ ریٹائر ہونے کے بعد میں نے بغیر کسی دباؤ کے قرآن کے موضوعات پر لکھنا شروع کیا۔

سوال: روایات کے بارے میں آپ کا نظریہ کیا ہے؟

مروجہ عقائد کی بنیاد جھوٹی اور اسرائیلی روایات پر ہے۔ میں نے سنیوں اور شیعوں کی تمام کتب روایات پڑھی ہیں۔ یہ سب یا تو روایات کو قرآن کریم کے برابر سمجھتے ہیں یا وحی کا درجہ دیتے ہیں۔ میرے نزدیک قرآن کریم کو فوقیت حاصل ہے اور حدیث دوسرے درجے پر آتی ہے۔ وہی احادیث قبول کرنی چاہیے جو قرآن کے خلاف نہ ہوں

اور نہ ہی عقل کے۔ میں نے اپنی کتب میں ایسی ہی احادیث کا حوالہ دیا ہے جو قرآن کریم کے مطابق ہیں۔

سوال: اسلام کے سیاسی نظام کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

ان دنوں میں ایک کتاب لکھنے کی تیاری کر رہا ہوں جس میں اسلامی مملکت کے بارے میں اپنا نظریہ پیش کروں گا۔ یہ نظریہ آئندہ آنے والوں کو راہ دکھائے گا جسے وقت کے مطابق ڈھالا جا سکے۔ ظاہر ہے کہ تبدیلی فوری طور پر نہیں آ سکتی۔ قرآن کریم کے نظام میں وسعت ہے جسے زمانے کے بدلتے حالات کے مطابق ڈھالا جا سکتا ہے۔

سوال: اسلام کا معاشی نظام کیسا ہے؟

چونکہ یہ میرا شعبہ ہے اس کے بارے میں نے بہت تفصیل سے لکھا ہے۔ چند خاص باتوں کا میں ذکر کر دیتا ہوں۔ سب سے پہلے یہ کہ اسلام میں سرمایہ داری نظام کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ سرمایہ جمع ہی اس صورت میں ہوتا ہے جب دوسرے کی محنت کے ماحصل پر ڈاکہ ڈالا جائے۔ معاوضہ صرف محنت کا ہے۔ جو زیادہ کام کرے اسے زیادہ ملے گا۔ تمام ذرائع پیداوار زمین سے حاصل ہوتے ہیں۔ تمام انسانوں کا ان میں مساوی حصہ ہے۔ سرمایہ دار مزدوروں کو جو معاوضہ دیتا ہے وہ اس پیداوار سے بہت کم ہوتا ہے جس کے لئے اس نے محنت کی ہے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی مزدور ہر روز ۵۰۰ روپے کا سامان بناتا ہے تو اسے ۲۰۰ روپے معاوضہ ملتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مل مالک نے اس کے ۳۰۰ روپے مار لئے ہیں۔ اسی طرح زمین کی پیداوار صرف اس کی ہے جس نے محنت کی ہے۔ کوئی شخص صرف اتنی زمین رکھ سکتا ہے جتنی پر وہ خود کاشت کر سکتا ہے۔ اگر رقبہ بڑا ہو تو اس پر کام کرنے والوں کا پیداوار میں برابر کا حصہ ہوگا۔ غرض یہ کہ کوئی ایسا ذریعہ ءآمدنی حلال نہیں ہے جس میں محنت نہ کی گئی ہو۔ جو کسی وجہ سے کام نہیں کر سکتے ان کا حق اس پیداوار میں اس لئے ہے کہ ذرائع پیداوار میں سب شریک ہیں۔ ملا اسے اشتراکیت سے تعبیر کرتے ہیں، حالانکہ اسلام اشتراکیت سے بہت پہلے آیا تھا۔ ربٰو کی تمام شکلوں کو جائز قرار دیا جاتا ہے سوائے ایک شکل کے کہ قرض پر کچھ زیادہ لیا جائے۔ لیکن ربٰو دراصل ہر وہ آمدنی ہے جو بغیر محنت کے حاصل ہو۔

سوال: قرآن کریم کو سمجھنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

قرآن کریم کو سمجھنے کے لئے ہمیں تمام قدیم تفاسیر کو چھوڑ دینا چاہیے کیونکہ یہ جس دور میں لکھی گئی ہیں وہ علم کے لحاظ سے بہت پیچھے تھا۔ جنہوں نے وہ تفاسیر لکھیں ان کے علم کی سطح اتنی ہی تھی۔ بے شمار سائنسی حقائق ابھی سامنے نہیں آئے تھے۔ قرآن کریم ہر دور کے لئے ہے۔ عام آدمی کے لئے اس میں جو باتیں ہیں وہ عام فہم ہیں۔ لیکن جو قرآن کریم کا گہرائی سے مطالعہ کرنا چاہتا ہو، اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کی نظر تمام عصری علوم پر بھی ہو۔ اس کے علاوہ قرآن کریم اپنی بات کی تشریح خود کرتا ہے۔ اسی لئے ایک ہی موضوع پر مختلف انداز سے آیات آئی ہیں۔ اس کے علاوہ عربی زبان کے وہ معانی لینے چاہیے جو

اس وقت کے عرب لیتے تھے۔ بے شمار الفاظ ایسے ہیں جن کے معانی میں تحریف کر دی گئی ہے۔ یہ سب اس لئے کیا گیا تاکہ دورِ ملوکیت کے حکمرانوں کو خوش کیا جائے۔

سوال: یہاں آ کر آپ کو کیسا لگا؟

مجھے آپ سب سے مل کر بہت خوشی ہوئی ہے۔

آپ کے ساتھیوں نے میری باتیں دلچسپی سے سنیں اور سوالات کیے۔ کراچی شہر میں مومبای کی نسبت بلند عمارتیں کم نظر آتی ہیں لیکن یہاں کی سڑکیں بہت وسیع ہیں۔

آخر میں میں نے غانم صاحب کا شکریہ ادا کیا اور خوشی کا اظہار کیا کہ ذاتی طور پر مجھے ان سے ملنے کا جو اشتیاق تھا اس کی تکمیل ہوئی۔

خریدار حضرات توجہ فرمائیں

مجلّہ طلوع اسلام کی درج ذیل خوبصورت جلدیں 275 روپے فی جلد علاوہ ڈاک خرچ دستیاب ہیں۔

70, 72, 73, 75, 76, 77, 83, 84, 85, 86, 87, 88, 91, 94, 98,
2000, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010

اہم اپیل

تمام خواتین و حضرات باغبان ایسوسی ایشن سے پرزور اپیل کی جاتی ہے کہ وہ ہر ماہ کی 15-30 تاریخ کو اپنے غیر رسمی اجتماعات کریں اور باغبانی کو فروغ دیں۔ اپنے تجربات اور تحقیقات سے بھی آگاہ کریں۔ والسلام۔

(ملک حنیف وجدانی، صدر باغبان ایسوسی ایشن، سنبل سیداں، نیو مری)

ایک عظیم قرآنی خزانہ

قرآن مجید پر غور و فکر کرنے والوں کے لئے خوشخبری

مفکرِ قرآنِ مجید علامہ پرویزؒ صاحب کی زندگی بھر کی قرآنی بصیرت کو دیکھا اور سنا جاسکتا ہے۔

WWW.QURANBREEZE.COM, WWW.TOLUISLAM.COM

سی ڈی اور کتب کی خریداری ☆ بیرون ملک bazmdenmark@gmail.com, PDF.EBOOK

☆ اندرون ملک، فون: 35753666 42 92+، ای میل: trust@toluislam.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خواجہ ازہر عباس، فاضل درس نظامی

قرآنِ کریم کے الفاظ ہی وحی الٰہی ہونے کی دلیل ہیں

قرآن کریم نے اپنے وحی الٰہی ہونے کے دعویٰ کو قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت تک محدود نہیں رکھا تھا بلکہ نزول قرآن کریم کے وقت بھی اور ابھی بھی اس کا وحی ہونے کا دعویٰ اس کی زبان کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ اس کتاب سے بہتر ''ضابطہ حیات'' اور کسی کتاب میں نہیں مل سکتا (28:49)- ہمارے علمائے کرام نے قرآن کی اس تحدی کو اس کی زبان اور عبارت تک محدود کیا ہے ان کا خیال ہے کہ چونکہ قرآن کریم جیسی بے مثل زبان کوئی اور تحریر نہیں کرسکتا اس لئے یہ وحی الٰہی ہے اور اسی وجہ سے وہ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں عرب کے شعراء وفصحا کے کلام ہی کو پیش کرتے ہیں۔ یہ بات یقیناً درست ہے کہ زبان کے اعتبار سے بھی قرآن کریم ایک منفرد معجزہ ہے۔ لیکن اس کا اصل اعجاز اس کا ''بے مثال ضابطۂ حیات'' ہے۔ انسانی ذہن اس بات سے عاجز ہے کہ وہ کوئی ایسا ضابطۂ حیات وضع کر سکے جس میں انسانی نفس اور انسانی جسم دونوں کی پرورش ہوسکے۔ انسانی جسم کا تقاضہ دوسروں کے مفادات کو پامال کرکے، اپنے لئے مال و دولت جمع کرنا ہے، اس کے برخلاف نفس انسانی کی نشو ونما کا تقاضا، اپنے مال و دولت کو دوسروں پر خرچ کرنا اور دوسروں کے مفادات کو اپنے ذاتی مفادات پر ترجیح دینا ہے۔ ان دونوں کی نشو ونما کرنے میں ہر وقت یہ Tie پڑی رہتی ہے۔ سیکولر نظامہائے زندگی میں صرف جسم کے مفادات کو پیش نگاہ رکھا جاتا ہے، اس نظام میں نفس انسانی کی پرورش نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ اس نظام میں اقدار کا کوئی تصور نہیں ہوتا۔ جہاں تک رہبانیت کی زندگی کا تعلق ہے وہ چونکہ گوشوں اور زاویوں میں بسر ہوتی ہے اور وہاں مفادات کا ٹکراؤ ہی نہیں ہوسکتا۔ اس لئے وہاں بھی اقدار کا تصور یا ان پر عمل نہیں ہوسکتا۔ قرآن کریم ہی ایک ایسا منفرد ضابطۂ حیات پیش کرتا ہے کہ اگر اس کے مطابق معاشرہ قائم کردیا جائے تو اس میں نفس (جان، زندگی) اور جسم دونوں کی پرورش بیک وقت ہوتی چلی جاتی ہے۔ جہاں تک قرآن کریم کی زبان کا تعلق ہے اگر آپ قرآن کے دعویٰ اعجاز کو صرف اس کی زبان تک محدود کردیں گے تو اس دعویٰ کا مخاطب غیر عرب نہیں ہوسکتے کیونکہ ان کا ایک عذر یہ ہوسکتا ہے کہ چونکہ عربی ان کی مادری زبان نہیں ہے، اس

لئے وہ اس کی فصاحت و بلاغت کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ لیکن قرآنِ کریم کی زبان بھی اس معنے میں ایک معجزہ ہوسکتی ہے کہ اس میں وہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جن کے معانی نزولِ قرآن کے وقت فہمِ انسانی کی دسترس سے باہر تھے۔ جوں جوں علمِ انسانی ترقی کرتا چلا جا رہا ہے ان الفاظ کے وہ معانی نمودار ہوتے چلے جا رہے ہیں جو ان کا اصل مفہوم و منطوق ہیں۔ اس بارے میں بے شمار آیات کا احاطہ کیا جا سکتا ہے لیکن اس مضمون میں صرف چند الفاظ و آیات کا مفہوم پیشِ خدمت عالی کیا جاتا ہے۔

(1) ارشاد ہوتا ہے: **كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ O وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ O فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ O يَسْئَلُهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِىْ شَاْنٍ O** (55:26-29)۔ جو (مخلوق) زمین پر ہے سب فنا ہونے والی ہے اور صرف تمہارے پروردگار کی ذات، جو عظمت و کرامت والی ہے، باقی رہ جائے گی۔ تو تم دونوں اپنے مالک کی کن کن نعمتوں سے انکار کرو گے۔ اور جتنے لوگ آسمان و زمین میں ہیں (سب) اسی سے مانگتے ہیں۔ وہ ہر روز مخلوق کے ایک کام میں ہے۔ اس آیۂ کریمہ میں دو الفاظ فان و شان بڑے غور طلب ہیں۔ **کل من علیھا فان** کے تراجم ملاحظہ فرمائیں۔

(1) جو کوئی زمین پر ہے فنا ہونے والا ہے۔ حضرت شیخ الہند۔

(2) روئے زمین پر جو بھی ہے فانی ہے۔ (تدبر قرآن)۔ حضرت شیخ الہند۔

(3) وہ تمام لوگ کہ جو زمین پر ہیں فنا ہو جائیں گے۔ تفسیر نمونہ۔

(4) جو کوئی ہے زمین پر فنا ہونے والا ہے۔ تفسیر معارف القرآن۔

(5) جلالین نے فانٍ کا ترجمہ ھالک کیا ہے۔

تمام مفسرین نے فانٍ کا ترجمہ فنا ہونے والا کیا ہے اور اس کی تفسیر میں سب نے تقریباً یہی کہا ہے کہ ایک دن یہ ساری چیزیں فنا ہو جائیں گی صرف اللہ تعالیٰ کی باعظمت اور سزاوارِ تعظیم ذات باقی رہ جائے گی جس کے حضور سب کی پیشی ہونی ہے اور وہ ہر ایک کے ساتھ وہی معاملہ کرے گا جس کا وہ سزاوار ہو گا کسی کی مجال نہیں ہو گی کہ اس کے آگے دم مار سکے یا اس کے اذن کے بغیر کسی کی سفارش کے لئے زبان کھول سکے۔

ان تمام تفاسیر کے علی الرغم ''لغات'' میں اس لفظ کا وہی مفہوم دیا گیا ہے جو قرآن کریم کے وحی ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ ''لغات'' میں تحریر ہے کہ ''فنا کے معنے تغیر پذیر ہونا ہے۔ کل من علیھا فان میں فان اسم فاعل ہے اس کے یہ معنے نہیں کہ سب کچھ معدوم ہو جائے گا اور صرف خدا کی ذات باقی رہ جائے گی بلکہ اس کے یہ معنے ہیں کہ

کائنات میں جو کچھ ہے اس میں ہر وقت تغیر ہوتا جا رہا ہے۔ ہر چیز تغیر پذیر ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات میں کوئی تغیر نہیں ہوتا۔ خدا چونکہ مکمل اور مطلق ذات ہے' اس لئے اس میں تغیر کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ ہمارے دور کی علمی سطح یہاں تک ہی پہنچی ہے کہ ہر چیز میں ہر وقت تغیر ہو رہا ہے۔ قرآن کریم کی یہ آیت اس مفہوم کو ہی ادا کر رہی ہے۔

آیت کریمہ کے اگلے حصہ میں ارشاد ہوتا ہے۔ **يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِى السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِىْ شَاْنٍ** (55:29)-اس کے تراجم ملاحظہ فرمائیں۔

(1) اس سے مانگتے ہیں جو کوئی ہیں آسمانوں اور زمین میں' ہر روز اس کو ایک دھندا ہے۔ (حضرت شیخ الہند)۔

(2) اس سے مانگتے ہیں جو کوئی ہیں آسمانوں اور زمین میں۔ ہر روز اس کو ایک دھندا ہے۔ (تفسیر معارف القرآن)۔

(3) اسی سے مانگتے ہیں جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہے۔ وہ ہر وقت ایک نئی شان میں ہے۔ (تفسیر تدبر قرآن)۔

اس آیۂ کریمہ میں لفظ شان کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت شیخ الہند نے تحریر فرمایا ہے۔ ہر وقت اس کا الگ کام ہے اور ہر روز اس کی نئی شان ہے۔ کسی کو مارنا' کسی کو جلانا' کسی کو بیمار کرنا' کسی کو تندرست کر دینا' کسی کو بڑھانا' کسی کو گھٹانا' کسی کو دینا' کسی سے لینا' اس کی شیئون میں داخل ہیں۔

اس آیت کا درست مفہوم ''لغات'' میں اس طرح تحریر ہے ''اس آیت میں ھو سے مراد اللہ لیا جاتا ہے' اور اس کا ترجمہ یہ کیا جاتا ہے کہ خدا ہر آن ایک جداگانہ شان میں ہوتا ہے۔ ہمارے خیال میں خدا کے متعلق یہ تصور صحیح نہیں ہے کہ وہ ہر آن ایک شان میں ہوتا ہے۔ خدا ایک مستقل بالذات ہستی ہے۔ جو ہمیشہ ایک ہی شان میں رہتی ہے۔ اگرچہ اس کے امر (قدرتوں) کی نمود مختلف مظاہر میں ہوتی رہتی ہے۔ اس لئے آیت مذکورہ بالا کے دوسرے حصہ میں ھو سے مراد من فی السمٰوٰت والارض لیا جائے تو بہتر ہے۔ اس اعتبار سے پوری آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ کائنات کی ہر شے اپنی نشوونما کے لئے ربوبیت خداوندی کی محتاج ہے اور ان اشیاء کی نشوونما کے مختلف تقاضے ہوتے ہیں اور ربوبیت خداوندی ان کی ہر ایک حالت کے مطابق ان کی نشوونما کے سامان فراہم کرتی رہتی ہے (14:34)- اور اس طرح اشیائے کائنات کی Development کا سلسلہ' قانون ارتقاء کے مطابق جاری رہتا ہے۔

آپ نے غور فرمایا کہ کس طرح قرآن کریم کی زبان وعبارت اپنے معانی کی ادائیگی اور اس کے اظہار سے وحی الٰہی ثابت ہو رہی ہے۔

اب ایسی ہی دوسری آیۂ کریمہ ملاحظہ فرمائیں جس کے الفاظ ہی قرآن کریم کے وحی الٰہی ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

ارشاد ہوتا ہے: **وَهُوَ الَّذِىْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ قَدْ فَصَّلْنَا**

الآیَاتِ لِقَوْمٍ یَفْقَھُوْنَ (6:98)-(ترجمہ) وہی ہے جس نے تم سب کو پیدا کیا ایک شخص سے۔ پھر ایک تو تمہارا ٹھکانا ہے اور ایک امانت رکھے جانے کی جگہ۔

اس آیہ کریمہ کے دو الفاظ مستقر اور مستودع نہایت قابل توجہ ہیں۔

ہمارے سابقہ مفسرین کرام نے عموماً مستقر سے مراد دنیا اور مستودع سے مراد قبر لیا ہے۔ چنانچہ تفسیر مظہری میں تحریر ہے مستقر اسم مفعول ہے یعنی تم میں سے بعض (زمین کے اوپر) ٹھہرائے گئے ہیں' یا مصدر میمی یعنی تمہارے لئے زمین میں ٹھہراؤ ہے۔ تفسیر معارف القرآن نے بھی یہی معنی لئے ہیں فرمایا اور علماء تفسیر کے اقوال اس میں مختلف ہیں۔ کسی نے فرمایا مستودع ماں کا پیٹ اور مستقر یہ دنیا ہے کسی نے فرمایا کہ مستودع قبر ہے اور مستقر دار آخرت' حضرت شیخ الہند نے تحریر فرمایا۔ مستقر ٹھہرنے کی جگہ جسے ٹھکانا کہا اور مستودع سپرد کئے جانے اور امانت رکھے جانے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ اب اس بارے میں قرآن کریم کی سنئے۔

نزول قرآن کے وقت کسی جگہ بھی زندگی کی ابتداء اور اس کے نشوونما کے طریقوں سے کوئی آگاہ ہی نہیں تھی۔ عرب سوسائٹی میں یہ مباحث اس وقت زیر غور ہی نہیں تھے۔ قرآن کریم نے ان مباحث کی ابتدا کی اور زندگی کو جامد شے کے بجائے متحرک قرار دیا۔ قرآن کریم کی رو سے زندگی اپنے اولین جرثومہ (Proto Plasm) سے حرکت کرتی ہوئی آگے بڑھتے چلی گئی۔ اس کے بڑھنے کی یہ صورت ہوتی تھی کہ یہ ایک مقام پر آ کر تھوڑی دیر کے لئے رکتی وہاں کے ماحول سے سامان نشوونما حاصل کرتی اور اتنی توانائی حاصل کر لیتی کہ اگلی منزل میں قدم رکھ سکے۔ زندگی اس طرح چلتی رکتی اپنی منزل مقصود کی طرف رواں دواں ہے' ان منازل کے لئے قرآن کریم نے مستقر اور مستودع کے الفاظ استعمال کئے ہیں' مستقر وہ مقام ہے جہاں فطرت نے زندگی کو بطور امانت کے رکھا ہے اور جب یہ امانت اگلی منزل میں داخل ہوتی ہے یہ اس کا مستودع ہے۔ گویا یہ امانت اس کے سپرد ہو گئی جس کی وہ امانت تھی اور اس طرح مستودع اور مستودع کی منازل طے کرتی ہوئی زندگی سلسلہ ارتقاء کی آخری حد کو پہنچ گئی۔ قرآن نے فرمایا کہ ہم نے اپنی آیات کو غور وفکر کرنے والوں کے لئے تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔

نزول قرآن کے دور میں یہ دو اصطلاحات صرف قرآن ہی بیان کر سکتا تھا لیکن افسوس کہ ہمارے مفسرین کرام ان کے مفہوم کو اپنی گرفت میں نہیں لا سکے۔

قرآن کریم نے اپنے لئے وحی الٰہی ہونے کا دعویٰ فرمایا اور تحدی کی کہ اس کی آیات پر غور وفکر کرو تو اس کی تعلیم خود اس کے وحی ہونے کو ثابت کر دے گی' قرآن کریم بار بار غور وفکر کی دعوت دیتا ہے۔ اس موضوع پر اتنی

آیات ہیں کہ ان کا احصاء کرنا مشکل ہے' اس بارے میں سورۃ محمد میں ارشاد ہوتا ہے: **اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا (47:24)**- اس کے تراجم ملاحظہ فرمائیں۔

(1) کیا دھیان نہیں کرتے قرآن میں؟ یا دلوں پر لگ رہے ہیں ان کے قفل۔ (ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب)

(2) بالکل یہی ترجمہ حضرت شیخ الہند نے فرمایا ہے۔

(3) کیا یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے یا دلوں پر تالے چڑھے ہوئے ہیں۔

(4) پکتھال نے اس کا ترجمہ لکھا ہے۔

Will they then not meditate on the Quran or are there locks on their hearts.

آپ تمام تراجم و تفاسیر ملاحظہ فرمالیں سب نے یہی ترجمہ کیا ہے۔ کیا ان کے دلوں پر قفل پڑ گئے ہیں۔ ان سب حضرات نے اقفالھا میں ھا کی ضمیر کو نظر انداز کر دیا ہے۔ آیت کا اصل ترجمہ یہ ہے کہ کیا ان کے دلوں پر دلوں کے ہی قفل پڑ گئے ہیں۔

دلوں پر دلوں کے قفل پڑنا' اس دور میں قرآن ہی کہہ سکتا تھا اور اس کو آج کے دور میں سائیکولوجی کے ماہرین ہی **Appreciate** کر سکتے ہیں۔ آیت کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ کیا ان کے دلوں پر ان کے دلوں کے تالے پڑ گئے ہیں جو وہ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے۔

....اپیل....

میں ماہنامہ طلوع اسلام کے سال بہ سال سیٹ مکمل کرنے کا خواہشمند ہوں۔ بزم ہائے طلوع اسلام (اندرون و بیرون ملک) اور عمر رسیدہ نمائندگان و قارئین طلوع اسلام سے اپیل و درخواست ہے کہ درج ذیل ماہنامہ طلوع اسلام کے شماروں میں سے جونسے شمارے آپ کے پاس ہوں قیمتاً مندرجہ ذیل پتہ پر بذریعہ وی۔ پی یا رجسٹرڈ ڈاک ارسال فرما دیجئے گا۔ میں وی پی وصول کر لوں گا۔ آپ کی نوازش ہوگی' مہربانی ہو گی۔ آپ کے لئے نیک تمناؤں کے ساتھ۔ آفتاب عروج۔ برائے رابطہ: 0345-7961795/047-6331440

1938ء	جنوری' فروری' مارچ' اپریل' مئی' اگست	1947ء	جنوری تا دسمبر (مکمل سیٹ)
1939ء	جون' نومبر	1948ء	جنوری تا دسمبر (مکمل سیٹ)
1940ء	جنوری تا دسمبر (مکمل سیٹ)	1949ء	جنوری' فروری' اپریل' دسمبر
1941ء	دسمبر	1950ء	جنوری تا دسمبر (مکمل سیٹ)
1942ء	جولائی' اگست' ستمبر' اکتوبر' نومبر' دسمبر	1951ء	جنوری تا دسمبر (مکمل سیٹ)
1943ء	جنوری تا دسمبر (مکمل سیٹ)	1956ء	جنوری
1944ء	جنوری تا دسمبر (مکمل سیٹ)	1961ء	جنوری تا دسمبر (مکمل سیٹ)
1945ء	جنوری تا دسمبر (مکمل سیٹ)	1980ء	جنوری' فروری' مارچ' اپریل' مئی' جون' اگست
1946	جنوری تا دسمبر (مکمل سیٹ)	1982ء	جنوری تا دسمبر (مکمل سیٹ)

مکان نمبر 11/9' ڈبلیو بلاک' گوجر چوک' سیٹلائیٹ ٹاؤن' چنیوٹ شہر' پوسٹ کوڈ 35400

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روزنِ دیوار سے

عطاءالحق قاسمی

پیرومرشد سے دعاؤں کے طلبگار!

میں تو ایک گنہگار آدمی ہوں مگر عجیب بات ہے کہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد مجھ سے دعاؤں کی طلبگار رہتی ہے‘ جس کسی سے ملاقات ہوتی ہے وہ جاتے ہوئے ضرور کہتا ہے ’’مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں‘‘، جس پر مجھے بہت ندامت ہوتی ہے لیکن پھر میں سوچتا ہوں کہ انہیں مجھ میں ضرور کوئی ایسی چیز دکھائی دی ہوگی جو وہ مجھے دعا کے لئے کہہ رہے ہیں تاہم اللہ کا شکر ہے کہ میں نے کبھی غرور نہیں کیا۔ اپنے نفس کو دھوکے میں مبتلا نہیں ہونے دیا اور خود کو ہمیشہ گنہگار ہی سمجھا۔ خلق خدا کو خود سے دور رکھنے کے لئے میں نے اپنے نام کے ساتھ ’’پیرزادہ‘‘ لکھنا بھی بند کر دیا جبکہ یہ اعزاز صدیوں سے ہمارے خاندان کی پہچان چلا آ رہا ہے۔

ملامتی صوفیوں کی طرح میں نے ایسے کئی کام بھی کئے جو خلق خدا کو مجھ سے بدظن کر سکتے تھے مگر جو اہل نظر ہیں‘ وہ پہچان لیتے ہیں کہ بظاہر عصیاں کی چادر اوڑھے یہ شخص اندر سے کچھ اور ہے‘ میں الٹا ان لوگوں کی بزرگی کا قائل ہونے لگتا ہوں جو میرے ظاہر کو نہیں دیکھتے اور میرے باطن کی تہہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں خوش رکھے اور یہ ہمیشہ میرے بارے میں اسی حسن ظن سے کام لیتے رہیں!

ایک اور بات جسے میں محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم سمجھتا ہوں وہ یہ کہ بوقت ملاقات ’’مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں‘‘ کی فرمائش کرنے والے میرے بارے میں یہ یقین بھی رکھتے ہیں کہ میں دن کے بیشتر اوقات میں سر بسجود رہتا ہوں اور دعائیں مانگتا رہتا ہوں چنانچہ ان کی خواہش ہوتی ہے کہ ان سرسری لحات میں‘ میں انہیں بھی یاد رکھوں...... میں ایک گنہگار شخص ہوں لیکن مجھ پر اللہ کی کتنی رحمت ہے کہ دعا کی فرمائش کرنے والوں میں سے بعض کو اندازہ ہی نہیں کہ میں ان کے بارے میں کیا جذبات رکھتا ہوں اور ان کے لئے اگر دعا مانگوں گا تو کیا مانگوں گا؟ اللہ تعالیٰ رازوں کی حفاظت کرنے والا ہے‘ مجھے یقین ہے کہ وہ اس راز کی بھی حفاظت کرے گا ورنہ یہ لوگ آئندہ مجھے دعا کے لئے نہیں کہیں گے!

ابھی گزشتہ روز ایک ایس ایم ایس مجھے موصول ہوا جس میں صرف اتنا لکھا ہوا تھا کہ ’’میں آپ سے مزید دعاؤں کا طلبگار ہوں‘‘ مجھے اللہ کے اس نیک بندے کی

تلاش ہے جس نے ایس ایم ایس میں اپنا نام نہیں لکھا صرف ٹیلیفون نمبر لکھا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس کے درجات بہت بلند ہیں کیونکہ ایک تو اسے یقین کامل ہے کہ میں اس کے لئے دن رات اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر دعائیں مانگتا رہتا ہوں اور اب اسے مزید دعاؤں کی ضرورت ہے۔ دوسرے وہ میرے چھپے ہوئے کمالات (جو میں نے کبھی ظاہر نہیں ہونے دیئے) کی وجہ سے یہ بھی جانتا ہے کہ وہ اپنا نام ظاہر کرے نہ کرے لیکن مجھے القاء ہو جائے گا اور یوں میں جان جاؤں گا کہ ایس ایم ایس بھیجنے والی بزرگ ہستی کون ہے بلکہ ایک امکان یہ بھی ہے کہ خود اس بزرگ ہستی کو اپنے بارے میں یہ گمان ہو کہ ان کی باطنی طاقت سے ان کا نام خود بخود مجھ پر عیاں ہو جائے گا۔ میں بہرحال ان کے لئے دعا گو ہوں۔ وہ جو بھی ہیں' جہاں بھی ہیں' جیسے بھی ہیں' خوش رہیں اور مجھ گنہگار کو انہوں نے جو مقام و مرتبہ عطا کیا ہے اللہ کرے وہ ان کے دل میں ہمیشہ قائم و دائم رہے!!

ابھی تک میں نے جن حسن ظن رکھنے والے احباب کا ذکر کیا ہے انہوں نے مجھ سے اپنی ارادت کا اظہار دعاؤں کی طلبگاری کی صورت میں تو کیا ہے تاہم ان کے طرز تخاطب سے اندازہ نہیں ہوتا کہ وہ کسی اور آستانے سے بھی فیض حاصل کرتے ہیں کہ نہیں؟ البتہ متعدد احباب ایسے بھی ہیں جو اگرچہ مجھے دعا کے لئے نہیں کہتے البتہ جب کبھی ملتے ہیں یا خط لکھتے ہیں تو مجھے ''پیر و مرشد'' کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔ میں نے یہ بھی محسوس کیا ہے کہ رشد و ہدایت کی زیادہ طلب مردوں کو ہوتی ہے یا کم از کم میرے مقدر میں مرد ہی لکھے گئے ہیں۔ بہرحال میں تو پھر یہی کہوں گا کہ میں ایک گنہگار شخص ہوں البتہ انہیں مجھ میں اگر کچھ نظر آیا ہے تو میں اس کا انکار کرنے والا کون ہوں' بہت سے بھید ایسے ہوتے ہیں جو ہر ایک پر نہیں کھلتے۔ اس کے لئے صاحب نظر ہونا ضروری ہوتا ہے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ فیض نظر عام کرے تا کہ وہ اس شخص تک پہنچ سکیں جو خود کو چاہے لاکھ گنہگار کہے اور اس کے اعمال اس کی تائید بھی کرتے ہوں لیکن کون جانتا ہے کون کس مقام پر ہے؟

میں یہ کالم یہاں تک لکھ چکا تھا کہ میرا ایک دوست مجھے ملنے آیا۔ یہ بدنصیب مجھے ویسا ہی سمجھتا ہے جیسا میں نظر آتا ہوں' اس نے یہ کالم پڑھ کر ایک قہقہہ لگایا اور جو کچھ کہا' اس پر مجھ سے ارادت رکھنے والے احباب بدمزہ نہ ہوں اور نہ اشتعال میں آئیں کیونکہ اس نے مجھے مخاطب کیا اور کہا:

''اے بے وقوف شخص' یہ جو دعاؤں کی درخواست ہے اور یہ جو پیر و مرشد کہنا ہے' یہ ان دنوں لوگوں کا تکیہ کلام ہے' تم اسے اپنے لئے خاص سمجھ بیٹھے ہو!'' اس کا خیال تھا کہ میں اس کی بات کا جواب دوں گا لیکن میں آگے سے خاموش رہا۔ وہ بولا ''اب بولتے کیوں نہیں؟'' مگر میں پھر بھی چپ رہا۔ جب اس نے تیسری دفعہ اپنی بات کا

جواب مانگا تو میں نے ایک خاص کیفیت میں آنکھیں بند کر کے صرف اتنا کہا ''مجھے اجازت نہیں!'' یہ سن کر اس کا چہرہ متغیر ہو گیا میں نے محسوس کیا کہ اس کے اندر کچھ ہو رہا ہے چنانچہ چند لمحوں بعد وہ اپنی جگہ سے اُٹھا۔ مجھ سے گستاخی کی معافی مانگی' میرے ہاتھوں کو بوسہ دیا' اور کہا ''پیر و مرشد میں کل حاضر ہوں گا' میرے کچھ مسائل ہیں' خصوصی توجہ فرمائیے گا!!''

(بشکریہ روزنامہ جنگ لاہور' 19-2-2011)

قرآن حکیم کے طالب علموں کے لیے خوشخبری

علامہ غلام احمد پرویزؒ کے سات سو سے زائد دروسِ قرآنی پر مبنی تفسیری سلسلہ کے تحت بزمِ طلوعِ اسلام لاہور کی طرف سے مندرجہ ذیل تفسیری کتب کی اشاعت الگ الگ جلدوں میں ہو چکی ہے۔ یہ جلدیں 20x30/8 کے بڑے سائز کے بہترین کاغذ پر خوبصورت طباعت اور مضبوط جلد بندی کے ساتھ دستیاب ہیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نام کتاب	سورہ نمبر	صفحات	نیا ہدیہ	نام کتاب	سورہ نمبر	صفحات	نیا ہدیہ
سورہ الفاتحہ	(1)	240	160/-	سورہ روم' لقمان' السجدہ	(30,31,32)	444	325/-
سورہ الفاتحہ (سٹوڈنٹ ایڈیشن)	(1)	240	110/-	سورہ احزاب' سبا' فاطر	(33,34,35)	570	325/-
سورہ النحل	(16)	334	250/-	سورہ یٰسٓ	(36)	164	125/-
سورہ بنی اسرائیل	(17)	396	275/-	29واں پارہ (مکمل)	----	544	325/-
سورۃ الکہف و سورہ مریم	(18-19)	532	325/-	30واں پارہ (مکمل)	----	624	325/-
سورہ طٰہٰ	(20)	416	275/-				
سورۃ الانبیآء	(21)	336	225/-				
سورۃ الحج	(22)	380	275/-				
سورۃ المؤمنون	(23)	408	300/-				
سورۃ النور	(24)	264	200/-				
سورۃ الفرقان	(25)	389	275/-				
سورۃ الشعرآء	(26)	454	325/-				
سورۃ النمل	(27)	280	225/-				
سورہ القصص	(28)	334	250/-				
سورہ عنکبوت	(29)	388	275/-				

ملنے کا پتہ: ادارہ طلوعِ اسلام (رجسٹرڈ)' 25/B' گلبرگ 2' لاہور' فون نمبر: 4546 3571-42-92+

بزم ہائے طلوعِ اسلام اور تاجر حضرات کو ان ہدیوں پر تاجرانہ رعایت دی جائے گی۔ ڈاک خرچ اس کے علاوہ ہوگا۔

مدیر کے قلم سے (چند گزارشات)

[''مطالب الفرقان فی دروس القرآن'' کے سلسلۃ الذھب کی مزید کڑیاں سورۃ البقرہ کے دروس پر مشتمل تین جلدیں منصۂ شہود پر آنے کو ہیں۔ تعارف کے طور پر اس کے ''پیش لفظ'' کے طور پر لکھے گئے دو مضامین اور سورہ بقرۃ کا ایک درس طلوع اسلام کے اس شمارے میں قارئین کرام کے ذوقِ استفادہ کے لئے شامل کئے جا رہے ہیں۔ (ادارہ)]

علامہ غلام احمد پرویز علیہ الرحمۃ کی پیدائش 9- جولائی 1903ء میں، موجودہ مشرقی پنجاب کے ضلع گورداسپور کے قصبہ بٹالہ میں ہوئی۔ ان کے گھرانے میں شریعت اور طریقت کا بڑا لطیف آمیزہ تھا۔ دادا، مولوی چودھری حکیم رحیم بخش حنفی مسلک کے ایک جیّد عالم اور سلسلۂ چشتیہ نظامیہ کے ممتاز بزرگ تھے، حاذق طبیب بھی تھے لیکن اسے ذریعہ معاش نہیں بنایا تھا۔

آپ نے 1927ء میں حکومتِ ہند کے مرکزی سیکرٹریٹ، ہوم ڈیپارٹ منٹ اسٹیبلش منٹ ڈویژن میں ملازمت اختیار کی۔ آپ کی قلمی زندگی کا آغاز 1928ء سے ہوا۔ جب آپ نے مختلف موضوعات پر لکھنا شروع کیا جو اس زمانے کے مشہور مجلات مثلاً دارالمصنفین کے ماہنامہ ''معارف'' (اعظم گڑھ) اور حیدرآباد دکن کے رسالہ ''ترجمان القرآن'' میں شائع ہوئے اور انہوں نے بڑی مقبولیت حاصل کی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مسلمانانِ ہند نے اپنا دامن تحریک ''جنگ آزادی'' سے باندھا ہوا تھا، جو بباطن اس ملک میں ہندوراج کے قیام کے منصوبوں پر عمل پیرا تھی۔ 1930ء میں علامہ اقبالؒ نے الٰہ آباد کے مقام پر مسلمانوں کے سامنے ایک واضح نصب العین رکھا تھا۔ ڈاکٹر محمد اقبال (1938-1877ء) اور قائداعظم محمد علی جناح (1948-1826ء) کے ایماء پر ماہوار مجلّہ طلوع اسلام کے دورِ جدید کا اجرا مئی 1938ء کے شمارہ سے کیا۔ اس ماہوار مجلّہ میں آپ نے قرآن کریم کے عطا فرمودہ ''دوقومی نظریہ'' اسلامی مملکت کی ضرورت اور اس کے بنیادی تقاضوں پر گرانقدر مقالات لکھے۔

درسِ قرآن کا سلسلہ

آپ نے درسِ قرآن کریم کے سلسلے کا آغاز بہت پہلے دوران ملازمت دہلی اور شملہ میں متفرق خطبات سے ہی کر دیا تھا لیکن جب آپ اگست 1947ء میں پہلی مرتبہ بسلسلہ سرکاری مرکزی ملازمت دہلی سے براہِ راست کراچی تشریف لائے تو کچھ عرصہ بعد سعید منزل کراچی کے بزرگ ڈاکٹر سعید مرحوم (م-1956ء) سے رسم وراہ بڑھے تو پرویزؒ کے نیپیئر بے ریکس کراچی والے مکان کے

صحن میں، نیم کے درختوں کے سایہ تلے قرآنِ کریم سے متعلق باتیں پوچھنے والے احباب کی نجی نشست نے ہفتہ واری دروسِ قرآنیہ کی شکل اختیار کر لی۔ دروس کی ان مجالس کے بانی بھی ڈاکٹر سعید مرحوم تھے اور روحِ رواں بھی وہی۔ اس طرح پاکستان میں ان کا درسِ قرآن کا یہ سلسلہ 1950ء سے شروع ہوا۔

اس وقت قرآن حکیم کا یہ درس مسلسل نہیں تھا، مختلف موضوعات سامنے آتے تھے اور ہر موضوع کے متعلق قرآن کریم میں جو کچھ آیا ہے وہ خطیبانہ انداز میں سامعین کے سامنے پیش کر دیا جاتا تھا۔ کراچی میں یہ سلسلہ 1958ء تک جاری رہا۔

مرکزی حکومت پاکستان 1955ء میں سے قبل از وقت ریٹائرمنٹ لے کر، جب علامہ پرویز علیہ الرحمۃ اپریل 1958ء میں کراچی سے منتقل ہو کر لاہور آئے تو جولائی 1958ء سے، یہ سلسلہ درس، اپنے ہی مکان (25-گلبرگ، لاہور) سے شروع کیا۔ ابتداءً درس کے موضوعات اسلام کے ایسے بنیادی تصورات اور اصطلاحات ہوتے تھے جن کے سمجھے بغیر مسلسل درسِ قرآن کی تفہیم آسان نہ ہو سکتی تھی۔

لاہور سے پہلا باقاعدہ درسِ قرآن ستمبر 1960ء میں شروع ہوا، جس کی تکمیل سوا سات سال کے بعد اتوار 31 دسمبر 1967ء میں ہوئی۔ ان دروس کو ٹیپس (آڈیو) میں محفوظ کر لیا جاتا تھا۔

اب سامعین درسِ اوّل کا اصرار تھا کہ درس کا دوسرا دَور شروع کیا جائے۔ چنانچہ 17 مارچ 1968ء میں یہ سلسلہ از سرِ نو شروع کیا گیا۔ یہ دور 5- اکتوبر 1984ء تک، 17 سال مسلسل، 30 ویں پارے کی سورۃ المطففین کی آیت 26 تک ہی پہنچا تھا کہ آپ بیمار ہو گئے اور 24-فروری 1985ء کی شام، جہانِ فردا کی پُر نور اور حسین و جمیل وادیوں کی جانب، زندگی کے اگلے سفر کی طرف جادۂ پیما ہو گئے۔

علامہ غلام احمد پرویز علیہ الرحمۃ اکتوبر 1979ء میں، درس قرآن کے اس دوسرے دور میں سورۃ لقمان تک پہنچ گئے تھے۔ ان ایام میں باہر کے احباب، جو سورۃ الفاتحۃ کے دروس، سنا کرتے تھے، کا تقاضا تھا کہ پرویزؒ صاحب اپنی آواز میں سورۃ الفاتحۃ کو دوبارہ ریکارڈ کروا دیں کیونکہ کیسٹس کی آواز کی کوالٹی میں فرق پڑ گیا تھا۔ اس طرح پرویزؒ نے دوبارہ سورۃ الفاتحۃ کے دروس ریکارڈ کروائے اور چونکہ 1968ء کے بعد 1979ء تک آپ کے فہم و بصیرتِ قرآن میں بھی اضافہ ہو گیا تھا اس لیے موجودہ دروس کی تعداد نو ہو گئی جب کہ پہلے دور کے دروسِ قرآن کی تعداد آٹھ تھی۔

درسِ قرآن کا یہ دوسرا دور، تصریف آیات کی روشنی میں، پہلے دور کی نسبت زیادہ مفصل انداز میں تھا۔ قرآنِ کریم کو ایک نصاب (Curriculum) کی کتاب کی طرح احباب کے سامنے پیش کیا گیا یعنی ایک ایک لفظ کی تشریح کرتے ہوئے متعلقہ آیت کا

مفہوم متعین کیا گیا اور پھر آیت کا ربط دیگر آیات کے ساتھ قائم کرتے ہوئے قدم بقدم' آگے بڑھتے چلے گئے۔

آج محترم جی اے پرویز علیہ الرحمۃ کے ارزاں فرمودہ دروسِ قرآن آڈیو اور ویڈیو کی شکل میں قریباً سات سو سے زیادہ کی تعداد میں محفوظ ہیں۔ ان دروس کو کتابی شکل میں طبع ہونے والی تمام تفاصیل کو بعینہٖ دے دیا جائے وہ اس لیے کہ ان دروس میں پیش کردہ تمام تحقیقی مواد ان دروس کے علاوہ کہیں اس انداز سے موجود نہیں۔ چنانچہ اس مواد کی روشنی میں متعدد عنوانات و موضوعات پر تحقیق و تدقیق کے نئے ابواب وا کیے جا سکتے ہیں۔

جناب غلام احمد پرویز علیہ الرحمۃ کی دلی خواہش تھی کہ ان کے دروسِ قرآن کو اگر کتابی شکل دے دی جائے تو آگے چل کر یہ ایک تفسیر کی صورت اختیار کر لے گی چنانچہ اس مقصد کی تکمیل کے لیے اُن کے ایک رفیق عزیز' ملک ظہور احمد مرحوم' جن کا تعلق راولپنڈی بزم سے تھا' نے لبیک کہتے ہوئے ان دروس کو Shorthand (مختصر نویسی) میں لکھ کر Reproduce (چربہ پیدا) کرنے کا بیڑا اُٹھایا۔ انہوں نے تقریباً 15 پاروں کے دروس کو' جو ٹیپس میں محفوظ تھے' صفحۂ قرطاس پر منتقل کر دیا تھا۔ ایک کنونشن کے موقعہ پر پرویزؒ نے ان کی اس کاوش کا ذکر کرتے ہوئے انہیں خراجِ تحسین بھی پیش کیا تھا مگر افسوس کہ (ٹرسٹ کے معتبر ذرائع کے مطابق) مرورِ زمانہ کے ہاتھوں' ان میں 70 فی صد دروس کہیں بھی مل نہیں پائے۔

بزمِ طلوعِ اسلام لاہور کا پراجیکٹ

اس لازوال علمی خزینہ کی اہمیت کے پیشِ نظر' احباب کے اصرار پر اور ادارہ طلوعِ اسلام کے زیرِ اہتمام بزمِ طلوعِ اسلام لاہور نے' ان دروسِ قرآن کے ٹیپس/کیسٹس پر سے مواد کو باقاعدہ قرطاس کے صفحات پر منتقل کرنے کے کام کا آغاز اکتوبر 2003ء سے کر دیا تا کہ ان دروس کو کتابی شکل میں ہدیۂ قارئین کیا جا سکے۔ اب تک اس سلسلہ کی متعدد کتب (سورۃ النحل سے سورۃ یٰسین تک' سورۃ الفاتحہ اور پارہ 29 اور 30 تک) زیورِ طباعت سے آراستہ و پیراستہ ہو کر منظرِ عام پر آ چکی ہیں۔

پرویز علیہ الرحمۃ کا اسلوبِ بیان

آپ کا اسلوبِ بیان بڑا رواں اور دلکش ہے۔ علم کی اس قدر بلندیوں کے باوجود' آپ کی تحریر اور بیان (دونوں) میں ایسی جاذبیت ہوتی ہے کہ ایک عام سطح کا غیر فنی انسان (Non-professional) بھی اس سے لطف اندوز ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی تصانیف' تقاریر' دروسِ قرآن کو اگر محض ادبی نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے تو بھی وہ اس قابل ہیں کہ ان کا عام مطالعہ کیا جائے اور آپ کے دروس اور تقاریر کو سنا جائے۔

تفسیر قرآن کے لیے دروس کی اولین اشاعت

درس کا انداز تصنیفی انداز سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ چنانچہ ان دروس کو اشاعت کے لیے از سرِنو مرتب شکل میں پیش کرنا ہوتا ہے۔ اس کے لیے علامہ پرویزؒ نے اپنے ایک رفیق (اخلاق احمد صاحب) سے تفسیر کو املا کرایا اور مطالب الفرقان کے نام سے اس کی اشاعت کا اہتمام کیا لیکن مطالب الفرقان کی پہلی جلد سے شروع ہو کر یہ سلسلہ جب چھٹی جلد تک ہی پہنچا تھا کہ آپ داغِ مفارقت دے گئے۔ ساتویں جلد آپ کی وفات کے بعد شائع ہوئی۔

جب بزمِ طلوعِ اسلام لاہور نے ان دروس کو کتابی شکل میں منتقل کرنے کا بیڑا اٹھایا تو طے یہ پایا کہ ان کتابی شکل میں طبع ہونے والے دروس کی ان تمام تفصیلات کو بعینہٖ دے دیا جائے۔ وہ اس لیے کہ ان دروس میں پیش کردہ جو تفصیلاتی اور تحقیقی مواد مہیا کیا گیا ہے وہ مواد تاریخ و تحقیق کی کتب میں کم کم ہی ملتا ہے۔ پرویز صاحبؒ کی طرف سے پیش کردہ یہ مواد تحقیق کے لیے قابلِ قدر ہے اور دوسرا یہ کہ اس مواد کی روشنی میں یا اسے ترتیب سے استعمال میں لاتے ہوئے متعدد عنوانات/موضوعات پر تحقیق و تدقیق کے نئے ابواب وا کیے جاسکتے ہیں جنہیں اس مواد کے بغیر مدوّن و مرتب کرنا قریباً ممکناب میں سے نہیں تو از بس محال ضرور ہے۔ ان میں سے چند ایک عنوانات و موضوعات درج ذیل ہیں:

1- **تحریک طلوعِ اسلام کی تاریخ:** تحریک طلوعِ اسلام ایک فکری تحریک ہے۔ اس کا مقصد قرآن کریم کے پیغام کو بایں نمط عام کرنا ہے کہ یہ صداقت ایک محسوس حقیقت بن کر سامنے آجائے کہ انسانی زندگی کے مسائل کا حل اس دستاویز خداوندی کے سوا کہیں سے نہیں مل سکتا اور نوعِ انسانی کی مشکلات اسی نظام کی رو سے دور ہو سکتی ہیں جو اس صحیفۂ مقدس کے خطوط پر متشکل ہوگا۔ دروس کے مواد سے یہ تاریخ لکھی جاسکتی ہے۔

2- **تحریک پاکستان کی تاریخ:** یہ مواد کثرت سے ان دروس میں بکھرا پڑا ہے جو کہیں اور سے نہیں مل سکتا۔ اس میں حصولِ پاکستان کے سلسلے میں پھیلائی جانے والی غلط بیانیاں ہیں' غلط فہمیاں ہیں' ان کا ازالہ بھی موجود ہے اور غرض و غایت بھی دروس کے مواد سے تحریک پاکستان کی تاریخ مرتب کی جاسکتی ہے۔

3- **اسلام کی تاریخ (مسلمانوں کی نہیں):** مثلاً 23 فروری 1969ء کا درس' اسلام کی تاریخ قابلِ مطالعہ ہے کہ موجودہ مذہب کس طرح بنا کہ یہ کہنا پڑا کہ عالمگیر صداقتیں تمام مذاہب میں یکساں طور پر موجود ہیں اور اسلام کو دین سے مذہب میں بدل کر رکھ دیا۔ قریباً قریباً تمام دروس میں اس بکھرے ہوئے مواد سے اسلام کی تاریخ ترتیب دی جاسکتی ہے۔ جو آج کہیں بھی کتابی شکل میں موجود نہیں ہے۔

4- تاریخ پاکستان' تہذیب وتمدن اور آثارِ قدیمہ سے ارتقا کی تھیوری پر روشنی اور معاشرت پر' اقوام پر' تقلید کے اثرات پر بڑا فکر انگیز مواد موجود ہے' اسے اگر کتابی شکل میں پیش کر دیا جائے تو اس سے علم وآگہی کے کئی ابواب مستقبل کے قاری کو شمع قرآن سے منور کر جائیں گے۔

5- اقوام میں رسوم وروایات کی داستان اور معاشرت پر ان کے اثرات: وہ مواد ہے جو اقوام کے اسبابِ زوال کو پیش کرتا ہے کہ جو اقوام انہی کو مقصود بالذات (End) سمجھ لیتی ہیں تو پھر وہ اس قعرِ مذلت میں جا گھرتی ہیں۔ اس مواد سے علم بشریات اور علم سماجیات پر کتب مدوّن کی جاسکتی ہیں' جو قرآن کریم نے اصولوں کو بالتصریح واضح کر سکیں گی۔

6- احیائے اسلام کے سلسلے میں کی جانے والی کوششوں کی نوعیت کی داستان اور اس تحریک کے خلاف اٹھنے والی متعدد تحاریک کی کہانی۔ یہ سب کچھ ان دروس میں موجود ہے۔

7- عالمی سطح پر دار العلوموں کے نصاب کی حالت اور اس کے متنوع مضمرات

وہی فطرتِ اسد اللّٰہی' وہی مرحبی وہی عنتری

تشتت وانتشار اور گروہی تشدد کے اس دور میں جتنی ضرورت آج اس کی ہے اس سے پہلے شاید ہی ہوگی۔ کردار کی تشکیل میں حائل موانعات سے ہماری آج کی مفلسی اور بدچلنی یہیں تو جڑ پکڑتی ہے' تعلیم (Education) سے اغماض اس کا آغاز ہے۔ یہ سارا مواد ان میں موجود ہے۔

8- انسانی فکر ونظر کی ہزاروں سال پر پھیلی ہوئی داستانِ حیات کا مآل وانجام اور آج پھر تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہے۔ یہ سب کچھ ان دروس میں موجود ہے۔

9- مذہب پرست اقوام کی تاریخ اور انجام کی داستان جسے آج ثواب اور ''حوروں'' کے پیرائے میں عام کر کے' اس جہان کو جہنم زا بنایا جا رہا ہے۔ اس کی علت غائی اور تدارک کا سامان بھی ان میں وافر مقدار میں دعوتِ فکرِ قرآنی دے رہا ہے۔

10- فکری سازشوں کی طویل داستان جس نے آج سب کو جہنم کے دہانے لا کھڑا کیا ہے:

نہ ستیزہ گاہ نئی' نہ حریفِ پنجہ فگن نئے

یہ بڑا ہی اہم مواد ہے جس پر ایک فکری تاریخ کی تدوین کی جاسکتی ہے اور اس فکر کے متنوع گوشے ہیں۔

11- آج محققین اُس وقت کے مروّجہ محاورات پر کام کر سکتے ہیں تا کہ اُس دور کے تمدن اور ارتقا کو سمجھ سکیں۔ ان دروس میں پنجابی محاورات کی بھرمار ہے جو اس وقت کے تمدن وتہذیب پر خوب روشنی ڈالتے ہیں اور جیتی جاگتی دنیا مالہ وما علیہ کے ساتھ ابھر کر

سامنے آجاتی ہے اور بتاتی ہے کہ دستاویزِ خداوندی سے انحراف کیسے ہوا۔ یہ موادِ علم لسانیات میں گرانقدر اضافہ ہے۔

12- اسلام کے زوال کے اسباب کا مواد کہ دینِ اسلام کیسے مذہب بنا ان دروس میں بتمام وکمال موجود ہے۔ اور ان اسباب کی تصریح نئے انداز سے کرنے کے لیے بہت سے نئے علوم کے راستے ہموار کرتا نظر آتا ہے۔ یہ آنے والے محقق دور مورخ کے لیے ایک انمول خزینہ ہے۔

13- مختلف نظامہائے زندگی مثلاً کمیونزم، سوشلزم، سرمایہ داری نظام وغیرہ کا پس منظر، پیش منظر، لزوماتِ جمہوریت اور اسلام کے نظام سے ان کا ٹکراؤ۔ یہ ہیں فکر انسانی کے الجھے ہوئے مسائل جن کے لیے عقلِ انسانی کے پاس آج حیرت کے سوا کچھ بھی نہیں۔ عقلِ انسانی کی گتھیوں کو سلجھانے والا یہ سب مواد ان دروس میں موجود ہے۔

14- پاکستان میں عائلی قوانین کی داستان کے متنوع پہلو، ضبط ولادت تا کہ گھر کا یونٹ خوشگوار رہ سکے۔ قرآن کی روشنی میں غور وفکر کی دعوت دے رہا ہے۔ یہ مواد آج کی ضرورت بھی ہے اور قرآن کا تقاضا بھی۔

15- قوم بنی اسرائیل اور تحریک پاکستان میں مماثلت کے اس بھنور سے نکلنے کے لیے مواد کی آج جتنی دنیا کو ضرورت ہے پہلے کبھی نہ تھی۔

16- قرآنِ کریم کے خلاف سازشوں کے جال: قرآنِ کریم کی حفاظت کا ذمہ تو خدا نے لیا لیکن انسان نے اس کے ساتھ کیا کیا ہے، اس کی طویل فہرست وتفصیل دروسِ قرآن کی ان کتب میں ملے گی۔

17- قرآن مجید کی حقیقی تعلیم کی قدر وقیمت کو جاننے اور سمجھنے کے اصول وطریق مثلاً یہ کہ دنیا کے مختلف مذاہب اور اقوام میں اور ان کے فلسفے میں پہلے اعتقادات کیا تھے نظریات کیا تھے اور پھر کیا سے کیا ہو گئے۔ یہ تمام تفصیل معہ عنوانات ان دروس میں وافر مقدار میں موجود ہے۔

18- ''تصوف کے دور کی ہڈبیتیاں'': یہ پرویزؒ کی اپنی زبانی ملیں گی۔ یہ ان کی زندگی کا وہ حصہ ہے جو تصوف کی وادیوں کی جان لیوا مشقتوں کی نذر ہو کر رہ گیا۔ اس پر تاریخی، فلسفیانہ اور علومِ باطنیہ کے رموز وغوامض کی ایک بسیط اور غیر حقیقی دنیا موجود ہے۔ جس کی تلخ حقیقت وہی پا سکیں گے جو ان مراحل سے گزرے۔

19- جناب غلام احمد پرویز علیہ الرحمۃ کی سوانح حیات، ان کی شخصیت کے نرم ونازک گوشے، موسیقی وکھیل کے لطیف پیرائے، مثلاً لکھنے لکھانے کا، مضمون نویسی کا شغف کہ افسانے لکھا کرتا تھا، عربی میں مضامین لکھا کرتا تھا، لباس کی تراش خراش، گھر کا ماحول، نانا کا احوال (حوالہ مطالب القرآن فی دروس القرآن، 3-نومبر 1968ء کا درس) مشغلہ حکمت بھی رہا، تصوف کی ریاضتیں بھی

خوب کیس وغیرہ وغیرہ۔ اس مواد سے سوانح پرویزؒ مرتب کی جاسکتی ہے، جو بڑی ہی مستند بھی ہوگی اور ذکر وفکر کے کئی گوشے بھی طشت ازبام کردے گی۔

20- جناب پرویزؒ کے لازوال تعلقات

ا) مولانا محمد اسلم جیراجپوریؒ (1879-1955ء)

ب) قائداعظم محمد علی جناحؒ (1876-1948ء)

ج) ڈاکٹر محمد اقبالؒ (1877-1938ء)

د) ڈاکٹر عبدالوہاب عزامؒ (م1959ء)

ان کے ساتھ تعلقات سے فکرِ پرویز نکھری بھی اور ان میں خاص طور پر ڈاکٹر عبدالوہاب عزام میں فکرِ اقبال کی تفہیم کے سلسلے میں نکھار قرآن بھی پیدا ہوا۔

یہ تعلقات قرآنِ کریم کے دیئے گئے نظام پر مرتکز ہوتے ہیں اور ڈالتے ہیں روشنی سامعین کے قلب ونظر پر۔ مگر یہ مواد اِدھر اُدھر دروس میں بکھرا پڑا ہے۔ اسے مرتب کر کے سامنے لانے کی ازبس ضرورت ہے۔

21- پرویز علیہ الرحمۃ پر لگائے جانے والے اعتراضات واتہامات کا قرآنِ حکیم کے نقطۂ نظر سے مکمل جواب موجود ہے اور درد وکرب کی کسک بھی۔ یہ الزامات اور یہ کافرگری تو ہے ہی

اُسی سازِ کہن کی صدائے بازگشت

کہ **لَاتَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ** (41:26) تم اس قرآن کو ہرگز نہ سننا۔ یہ ان سنگلاخ وادیوں سے کس ہمت واستقلال سے گزرے، وہ ہدیۂ قارئین کرنے کی ضرورت ہے۔

22- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسو سال بعد لکھی جانے والی تاریخ اور تفسیر قرآن کے نقائص اور ان کے مضمرات قرآنِ کریم کی روشنی میں- یہ مواد ان میں موجود ہے اور آج وقت کی بڑی اہم ضرورت بھی ہے۔

23- حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل سیرت، اسی بیاسی جنگیں، اور حیاتِ طیبہ کے نرم ونازک گوشے جو آج ہمارے لیے اسوۂ حسنہ ہیں اور قرآن حکیم کی روشنی میں وجہ قلب ونظر بنتے ہیں۔ اس مواد سے مکمل کتاب تیار کی جاسکتی ہے۔

24- سامعین کی علمی سطح کے مطابق درس کے متن ومواد کی برجستہ، والہانہ ادائیگی کا فن موجود ہے اور وہ اصول ونوعیت بھی جس سے بات ''طاقت پرواز مگر رکھتی ہے'' اور انسانی اصول نفسیات کے ابواب وا کرتی ہے۔ ان دروس کے مواد میں ان پر بہت کچھ موجود

ہے۔

25- شعور کی اقسام‘ اس کی تہیں‘ علاج اور طب نفسی۔

ان دروس میں انسانی نفسیات کی تہیں کھلتی ہیں اور زندگی کی بقا کو قابلِ ادراک بناتی ہیں اور حالتِ نیند پر روشنی ڈالتی ہیں۔ اس مواد کی روشنی میں طبی سائنس اور نفسیات کی بالکل نئی جہتیں محققین کو دعوت فکر دیتی ہیں اور علاج معالجے کے لیے اساس مہیا کرتی ہیں۔

26- دورِ حاضر کے تمام مسائل (معاشی‘ معاشرتی‘ سیاسی اور افلاکی) اور ان کے قرآنی حل موجود ہیں مگر ہے کوئی جو اس دستاویزِ خداوندی کو بڑھ کر اٹھالے! یہاں اسے اٹھانے کا مواد دعوتِ عام دے رہا ہے مگر ہے یہ یارانِ میکدۂ قرآن کے لیے۔

27- جتنی کسی قوم میں دین کی بجائے مذہب کی گرفت زیادہ ہوتی ہے‘ اتنی ہی وہ قوم زیادہ ذلیل وخوار ہوتی ہے۔ کیوں؟......

نہ رہی کہیں اسداللہی‘ نہ کہیں ابولہبی رہی

متعدد دروس میں اس ’’کیوں‘‘ کا جواب موجود ہے مثلاً فروری 1969ء کی 23 تاریخ کا درس۔

28- ایران اور یونان کی دونوں تہذیبوں کی کہانی جن کی بساط اسلام نے الٹ کر رکھ دی۔ کیسے؟ یہ ہے اہم سوال جس کا جواب ان دروس میں موجود ہے۔

29- بطلیموسی نظام اور اس کے آج تک وضع کردہ نظامہائے حیات پر اثرات- کیوں اس سے حیات فکر کی جان نہیں چھوٹی؟ اس کا صافی وشافی جواب ان دروس کے مواد میں موجود ہے۔

30- مغربی اور مشرقی مفکرین کی سوچ اور قرآنِ حکیم کا اعجاز وایجاز‘ جان اور تن کا معمہ۔ بس یوں کہیے

کہ کوئی کارواں سے ٹوٹا کوئی بدگماں حرم سے

کہ امیر کارواں میں نہیں خوئے دلنوا سازی

31- ایران کی تاریخ اور فتح ایران کی کہانی مگر رہا پھر بھی ’’عجمی اسلام- کیوں؟

جاں لاغر و تن فربہ و ملبوس بدن زیب

دل نزع کی حالت میں‘ خرد پختہ و چالاک

32- مغربی مفکرین و مادیین کے انکشافات کی کتب مثلاً

کاف مین کی Black Holes & Walked Space Time

ڈینی سن کی Emotions as the Basis of Civilization

کارلائل کی Hero and Hero worship

اروِن شرڈنگر کی What is Life

راشڈل کی Theory of Good and Evil

ایڈورڈ گبن کی The History of the Decline and Fall of the Roman Empire

میسن (مدیر) کی The Great Design

ایرک فرام کی بیشتر کتب اور اسی طرح دوسرے بہت سے مفکرین کے مضامین اور کتب اور کتنے ہی مفکرین سے ملاقاتیں۔ یہ چند ایک تو محض بطور نمونہ دی گئی ہیں۔ ان کے نقد ونظر میں قرآنِ کریم نے بہت سے فکری گوشے انسانی آنکھ کے سامنے کھول کر رکھ دیئے ہیں۔ ان کی روشنی میں ہمارے آج کے نصاب میں یونیورسٹی کی سطح پر تبدیلیاں ممکن ہیں جن کی آج سخت ضرورتی ہے۔

33- افراد اور اقوام کی زندگی کو صحیح خطوط پر استوار اور محکم کرنے کے لیے الفاظ اور اصطلاحات کے کردار کی اہمیت' اس میں سوچ کی بالیدگی' افراد و اقوام کے باہمی تصورات اور تعلقات کی نوعیت' ذہنی پس ماندگی اور ادراک کی مفلسی، تباہی بربادی اور زبوں حالی کی اصل وجہ سے دورِ ملوکیت کے باعث فرقہ بندی کے خود ساختہ مذہبی تصورات جڑ پکڑتے ہیں اور پھر بتدریج غیر اسلامی رنگ کی درشت تہہ سے آئینۂ اسلام کا حرکیاتی اور ارتقائی نظریہ یکسر جامد ہو کر رہ جاتا ہے۔

علامہ پرویزؒ کی طرف سے یہ پیش کردہ درس اسی طرح کے بے شمار مضامین' موضوعات' دعوتِ غور وفکر دے رہے ہیں۔ یہ وجہ ہے کہ اس گرانقدر تفصیل کو اسی طرح دے دیا گیا ہے تاکہ آنے والی نسل اسے اپنے نظر وفکر کے آئینے میں لاکر قرآنِ کریم کے حقائق سے مستفیض ہو سکے اور قوم کی جہالت دور کرنے اور اسے قرآنِ حکیم سے قریب تر لانے کے لیے عملی اقدامات کر سکے۔

کہ یہی ہے امتوں کے مرضِ کُہن کا چارہ

ڈاکٹر منظور الحق
مدیر و پروفیسر (ریٹائرڈ)
جامعہ سندھ' حیدرآباد
0300-8377505

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

فکرِ قرآنی کے سلسلہ میں ایک جہانِ نو کی تشکیل

عزیزانِ گرامی! جیسا کہ آپ کے علم میں ہے۔تحریک پاکستان سے دلی وابستگی کی بنیاد پر ایک عشرہ سے زیادہ قائداعظم محمد علی جناحؒ کے مشیر برائے دینی امور اور حضرت علامہ اقبالؒ کے تصورات اور انکے فکر و فلسفہ سے روحانی تعلق رکھنے والی شخصیت جناب علامہ غلام احمد پرویزؒ (تحریک پاکستان گولڈ میڈلسٹ) نے ہر قسم کی مذہبی اور سیاسی فرقہ بندی سے بالاتر ہو کر خالص قرآنی فلسفہ کی ترویج و ترقی، اس کے محاسن کو نکھارتے ہوئے اس میں اجتہادی وضاحت و صراحت کے عظیم مقصد کے حصول کی خاطر اپنی زندگی کو ایک مشن کے تحت گزارا۔

علامہ پرویزؒ درجنوں ضخیم تحقیقاتی کتب کے علاوہ' لغات القرآن' مفہوم القرآن اور اَن گنت دینی' سماجی' ثقافتی' اخلاقی' سیاسی' بین الاقوامی اور قومی امور سے متعلقہ مضامین کی اشاعت کے علاوہ' کئی عشروں تک رسالہ ''طلوعِ اسلام'' کی ادارت انکی خدمات کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

موصوف کی طرف سے دو ادوار پر مشتمل ہفتہ وار دروسِ قرآن کے سلسلہ میں (پہلا دورانیہ (7) برس اور دوسرا دورانیہ (17) برس) اس صاحبِ ہمت کا ایک اہم اور عظیم کارنامہ ہے۔ یہ قرآنی تفسیر احبار و رہبان کے غیر قرآنی تصورات سے قطعی طور پر پاک ہونے کی بنا پر نہ صرف منفرد بلکہ اپنی مثال آپ ہے۔ یہ تفسیر' قرآنِ حکیم کے آئینے میں تصریفِ آیات کے زیور سے آراستہ و پیراستہ کر کے عرصہ دراز سے قارئین کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔ یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ مذکورہ تفسیر اپنے پہلے سات سالہ دور کے مقابلہ میں سترہ سالہ دورِ ثانی میں زیادہ واضح' جامع' بلیغ' معنی خیز اور دوٹوک ہونے کے علاوہ ذہنی و فکری ارتقاء کی بنیادوں پر عصرِ حاضر کے زیادہ قریب تر ہے۔ نیز انسانیت کی تمام نفسیاتی الجھنوں کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ ذاتِ انسانی کی نشوونما کے تمام سامان اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ یہ وہ انمول بیج ہیں جن کو یہ مردِ آہن اپنی طبعی حیات کے آخری دموں تک اس امید کے سہارے ملتِ اسلامیہ کے اجڑے ہوئے گلستان میں بکھیرتا چلا گیا کہ شائید۔۔۔۔۔ان میں پھر کبھی نشاۃِ ثانیہ کی ننھی منی کونپلیں پھوٹ سکیں۔عزیزانِ گرامی! ان مذکورہ خصوصیات کی بناء پر گمان غالب ہے کہ پیش کردہ یہ قرآنی تفسیر آنے والے ادوار میں قرآنی ضابطۂ حیات کی اہمیت اور اس کی افادیت کو مزید بنا سنوار کر سامنے لا سکے گی۔

اس موقعہ پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علامہ پرویزؒ نے خود اس تفسیر بارے جو کلمات کہے انہیں من وعن آپ کے سامنے پیش کر دیا جائے۔

''عزیزانِ من! یہ ٹھیک ہے کہ آج میری آواز اتنی مؤثر نہیں۔ مجھے اس کی پروا بھی نہیں۔۔ میں یہ چیز اس لیے کہے دیتا ہوں کہ غنیمت ہے کہ اس قسم کی ایجادات ہوگئی ہیں (اور جو میرے سامنے رکھی ہوئی ہیں کہ جن سے یہ چیزیں محفوظ ہو جائیں گی)۔ اب یہ دور لد رہا ہے' خواہ وہ مذہبی پیشوائیت کا دور ہو' یا ملوکیت کا دور ہو' یا پھر انسانوں کے قانون سازی کے اختیارات کا دور ہو' یہ ختم ہو رہا ہے۔ اور اس کے بعد وہ دور آئے گا کہ اُس دور میں اِس زمانے کی تاریخ جب سامنے آئے گی تو پھر اگر اُس وقت کم از کم کسی نے بھی یہ آواز سن لی تو کہا جائے گا کہ اُس دور میں کوئی ایک تو ایسا تھا جو یہ آواز بلند کرتا رہا''۔

(بحوالہ: درس قرآن۔ سورۃ الروم۔ مورخہ 5 اکتوبر 1979ء)

آپؒ نے ان دروس کی اہمیت کے پیشِ نظر ایک دوسری جگہ فرمایا کہ

''آج کی دنیا کے اور۔۔ عالمِ انسانیت کے حالات جس تیزی سے بدل رہے ہیں تو وہاں دوسری طرف یہ عجیب چیز ہے کہ پھر اس کے ساتھ اسی نسبت سے یہ رسل ورسائل اور مواصلات بھی اسی تیزی سے ترقی کرتے چلے جاتے ہیں۔ اس لیے قرآن کے اس پیغام کو دور دور تک پہنچانے میں کوئی چیز مانع نہیں لیکن۔۔ طریق یہی ہے کہ اسے صرف پہنچانا ہی نہیں ہوتا بلکہ اس میں تو تدریس کا کام ہوتا ہے۔۔ تدبر کا کام ہوتا ہے۔ تو جیسا میں بار بار کہا کرتا ہوں کہ یہ قرآن جو ہے یہ تو نصاب کی چیز ہے اس کو تو اس طرح تدریساً پڑھانا اور سمجھانا چاہیے لہٰذا۔۔ اس کے لیے کلاسز کا اہتمام ہونا چاہیے''۔

(بحوالہ: درسِ قرآن۔ سورۃ الشعرآء۔ مورخہ 29 مئی 1981ء)

اور اس کے بعد یہ کہ

''یہ ہماری بڑی خوش نصیبی ہے کہ ہمیں یہ ایسے ذرائع میسر آ گئے ہیں کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ منضبط ہو رہا ہے ٹیپ کے اندر محفوظ ہو رہا ہے۔۔ تو میں اس وقت مخاطب کرونگا اپنے آنے والے کسی مؤرخ کو کہ آپ کے لیے اور قرآن کے لیے اگر فضا سازگار ہو جائے تو اس وقت یہ جو کچھ

آج میری معروضات ہیں جنہیں میں آج پیش کر رہا ہوں یہ آپ کے لیے نشانِ منزل بن سکیں گی کہ اس دور میں کسی نے یہ بات کہی تھی اور اس سے یہ بات آگے چل سکے گی' آج بہت مشکل ہے۔ تو جو کچھ میں آج پیش کر رہا ہوں وہ صرف آپ احباب کے لیے ہی نہیں' آنے والے مؤرخ کے لیے بھی ہے۔ اقبالؒ (1938-1877) نے بھی اپنے آپ کو شاعرِ فردا کہا تھا۔ دراصل قرآن پیش کرنے والے کے لیے بھی ابھی تک اس کا موجودہ ماحول سازگار نہیں ہے اور اقبالؒ کے دور میں تو ابھی اتنی شدت نہیں تھی۔ آج تو مذہبی پیشوائیت کی جو شدت ہے وہ انتہا تک پہنچی ہوئی ہے۔ ماحول بہت پیچھے چلا گیا ہے''۔

(بحوالہ: درسِ قرآن: سورۃ مزمل۔ مورخہ 27 جنوری 1984ء)

اگر دیکھا جائے تو اس قدر ناگفتہ حالات کے باوجود مرحوم کی اس قرآنی خدمات کے پیشِ نظر آنے والا مؤرخ یہ کہے بغیر نہیں رہ سکے گا کہ

پاؤں بھی لہولہان تھے ان کے' رستے بھی پتھریلے تھے
گھستے گھستے گھس گئے آخر پتھر جو نوکیلے تھے

قارئین محترم! قرآنِ حکیم کے مذکورہ دروس کی یہی وہ اہمیت تھی جس کے پیشِ نظر بزمِ طلوعِ اسلام لاہور نے ان دروس کو آڈیو' ویڈیو سی ڈیز سے قرطاس کی شکل میں محفوظ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اور یہ خدائے رحیم وکریم کا احسانِ عظیم ہے کہ اس کی بے پناہ رحمانیت کے صدقے اس منصوبے کے تحت اس وقت تک ''مطالب القرآن فی دروس الفرقان'' کی انیس جلدیں (سورۃ النحل تا سورۃ یٰسں۔ پارہ نمبر 29' 30 اور سورۃ فاتحہ) کتابی شکل میں قارئین کی خدمت میں پیش کی جا چکی ہیں۔ علاوہ ازیں اسی سلسلۂ دراز کی ایک کڑی اس وقت سورۃ البقرۃ (1) کی صورت میں کی پیش قارئین ہے۔ یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ الحمد سے لے کر والناس تک پورے قرآنِ حکیم کی مذکورہ تفسیر کو پیش کرنے کے لیے چالیس' پنتالیس جلدیں مدوّن کرنا ہونگی۔

1۔ سورۃ بقرہ 3 جلدوں پر مشتمل ہوگی۔

قارئین کرام! سورج کی شعاعوں سے وقت کشید کرنے والی شخصیت محترم پرویز صاحبؒ کی زندگی کی آخری خواہش یہ رہی کہ قرآنِ حکیم کو بطورِ کورس کلاسز کی شکل میں پیش کیا جائے لیکن افسوس اس محسنِ ملت کی زندگی کا یہ حسین خواب چھبیس سال کا عرصہ گزرنے کے باوجود آج تک شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔ لہٰذا اب دیکھنا یہ ہے کہ ملتِ اسلامیہ کی طرف سے آسمانِ عالم کے افق پر ایک قرآنی

معاشرے کی تکمیل کی سعادت کس کے حصے میں آتی ہے۔ علامہ پرویزؒ مرحوم اس امید بہار کی یاد میں اکثر کہا کرتے تھے کہ

غم سے مرتا ہوں کہ دنیا میں نہیں ہے کوئی
کہ کرے تعزیتِ مہر و وفا میرے بعد

ان کلیوں کو بکھرنے نہ دیجیے

اہلِ دانش سے بارِ دِگر التماس ہے کہ سب نہ سہی' ایک ایک دو دو ہی مل بیٹھیں اور سوچیں کہ ملتِ اسلامیہ کی آئندہ نسل جسے اس صحنِ کائنات کی فضا میں ایک سدا بہار پھول کی خوشبو بن کر پھیلنا ہے۔ کہیں یہ ننھی منی کلیاں حسبِ سابق ہماری کوتاہی کے ہاتھوں وقت سے پہلے ہی پژمردہ ہو کر ملت اسلامیہ کے اجڑے ہوئے گلستان میں بکھر کر نہ رہ جائیں۔ قرآنِ حکیم کا ارشاد ہے کہ ''قرآنی تعلیم ہی وہ روشنی ہے جسے مومن' دنیا میں لے کر چلتا ہے'' اور اسی کے ذریعے امّتِ مسلمہ خود ہر قسم کی مستبد قوتوں سے محفوظ رہتی ہے اور دوسری مظلوم اور محکوم قوموں کو بھی اس قابل بنا دیتی ہے کہ وہ حرکت وعمل کے سمندر میں تیزی سے تیرنے کے قابل بن جائیں تاکہ ان کے راستے میں کوئی رکاوٹ حائل نہ ہو۔ حتیٰ کہ شکم پروری کی خاطر قدم قدم پر مادیت کی سنگلاخ چٹانیں اور عمیق وتاریک غاریں کسی بھی انسان کے راستے میں حائل نہ ہوسکیں۔

(بحوالہ ''مذہبی وسیاسی فرقہ بندی'' ازمحمد اشرف ظفر' ص۔ 414۔ دوسرا ایڈیشن)

لا پھر اک بار وہی بادہ و جام اے ساقی
ہاتھ آجائے مجھے میرا مقام اے ساقی

(اقبالؒ)

محترم پرویزؒ صاحب زندگی کے کسی لمحہ میں بھی ملت اسلامیہ سے مایوس نہ تھے۔ چنانچہ اسی حساس خیالی کے پیشِ نظر انہوںؒ نے ایک مقام پر علامہ اقبالؒ کے اِن خیالات کو پیش کیا کہ

''اس میں شبہ نہیں کہ ہم آج راکھ کا ڈھیر ہیں لیکن ہماری خاکستر میں اس کے امکانات ہیں کہ اس سے وہ شعلہ پیدا ہو جائے جو باطل کے خس وخاشاک کو جلا کر خاکستر کر دے

غنچۂ ما گلستاں در دامن است
چشمِ ما از صبح فردا روشن است

ہماری ملّت کا ننھا سا غنچۂ ناشگفتہ اپنے اندر پورے کا پورا گلستان لیے بیٹھا ہے۔ ذرا سی مساعد فضا مل جائے تو آپ دیکھیے گا کہ یہ غنچہ کس قدر بہار آفرینیوں کا موجب بنتا ہے

۔آج ہماری رات بے شک تاریک ہے لیکن ہماری آنکھ اس نور سے روشن ہے جو ہم میں مستقبل میں نمودار ہونے والا ہے۔"

(بحوالہ "مذہبی وسیاسی فرقہ بندی" از محمد اشرف ظفر' ص۔683۔دوسرا ایڈیشن)

قارئین کرام قدرت کی طرف سے آسمانِ عالم پہ ہر روز طلوع ہونے والا نورِ آفتاب تو انسان کو ناامید ہونے ہی نہیں دیتا۔دیکھنا تو صرف یہ ہے کہ یہ حضرتِ انسان اپنی آنکھ کو نیند کی گرد سے کب چھٹکارا حاصل کرتا ہے۔

ہے افق سے اک سنگِ آفتاب آنے کی دیر
ٹوٹ کر مانندِ آئینہ بکھر جائے گی رات

عزیزانِ من! خاک کے ذرّوں کا معراجِ کمال تو بے شک یہی تھا کہ وہ بتدریج ترقی کرتے ہوئے' پیکرِ انسانی میں متشکل ہو جائیں لیکن معراجِ انسانیت کے لیے تو ابھی سینکڑوں منازل طے کرنا اور باقی ہیں۔عزیزانِ من! جہانِ نو کا یہی وہ قرآنی تصورِ حیات ہے جس کی آبیاری کرتے ہوئے ملّتِ اسلامیہ کے اس محسن شخصیت' مفکرِ قرآن علامہ غلام احمد پرویزؒ کی ذات تارِ نفس سے رشتہ توڑ کر 26 فروری 1985 کو جہانِ فردا کے لیے کوچ کر گئی۔برادرانِ عزیز!

قضا کس کو نہیں آتی یوں تو سبھی مرتے ہیں
پر اس مرحوم کی بوئے کفن کچھ اور کہتی ہے

ہماری دعا ہے کہ

آسماں تیری لحد پر شبنم فشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

میں اس موقع پر محترم پروفیسر ڈاکٹر منظور الحق صاحب جیسی قابلِ صد احترام علمی شخصیت کی محنتِ شاقہ کے علاوہ قرآنی محقق جناب محمد علی فاروؔق صاحب کی ادبی خدمات کا بطورِ خاص دلی طور پر ممنون ومشکور ہوں کہ جن کی رفاقت اس اہم منصوبے کی تکمیل میں روزِ اول سے آج تک ممد ومعاون ہے۔

علاوہ ازیں کمپیوٹر کمپوزنگ کے سلسلہ میں محترم جناب محمد ہاروؔن ریاض صاحب اور محترم جناب رشیؔد احمد صدیقی صاحب کی خدمات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

والسلام
محمد اشرف ظفر
بزمِ طلوعِ اسلام' لاہور
فروری 2011ء

درسِ قرآن از پرویز

سورۃ البقرۃ (2) (آیات 143 تا 152)

عزیزانِ من! آج جنوری 1969ء کی 26 تاریخ ہے اور درس کا آغاز سورۃ البقرۃ کی آیت 143 سے ہوتا ہے: (2:143)۔

کعبہ پوری نوع انسانی کے لیے ایک ایسا سمبل ہے جو اپنے اندر اجتماعیت کا پیغام لیے ہوئے ہے

موضوع مسلسل چلا آ رہا ہے۔ سابقہ درس میں' میں نے تفصیلاً عرض کیا تھا کہ قبلہ درحقیقت قرآنی نظامِ مملکت کی Symbol (علامت) ہے' حکومت خداوندی کی ایک علامت ہے' ایک شعار ہے۔ جس طرح سے اب جب ماسکو کہا جاتا ہے تو وہ ایک مملکت ہی نہیں' ایک نظام جو ہے ان کے ہاں کا اس کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح قبلہ نظامِ خداوندی کی علامت ہے۔ نظامِ خداوندی کسی خاص گروہ' جماعت' فرقے یا مذہب کا نظام نہیں' عالمگیر انسانیت کے لیے نظام ہے۔ نبی اکرمﷺ سے پہلے یہودیوں کا اسی قسم کا قبلہ ان کے نظام کی علامت بیت المقدس تھا لیکن یہودیوں کا مذہب بھی قومی تھا' ان کا نظام بھی قومی تھا' اس لیے ان کا قبلہ بھی قومی تھا۔ اور قوم بھی وہ تھی جو نسل پر مبنی تھی' جو بنی اسرائیل کی نسل سے نہیں تھا وہ یہودی مذہب بھی اختیار نہیں کر سکتا تھا۔ اور جو یہودی نہیں تھا اس کا قبلہ بیت المقدس ہو نہیں سکتا تھا۔ اب ظاہر ہے کہ جس نظام کو عالمگیر انسانیت کا نظام بننا تھا وہ کبھی اس مرکز کو اپنی علامت یا مرکز نہیں قرار دے سکتا تھا جس کی نسبت ایک خاص قوم کی طرف ہو چکی تھی۔ اس کے برعکس کعبہ کی بنیاد ہی اس بنا پر رکھی گئی تھی۔ جیسا کہ میں نے اس سے پہلے عرض کیا تھا' کہا کہ **وُضِعَ لِلنَّاسِ** (3:96) یہ نوعِ انسانی کے لیے قائم کیا گیا تھا۔ اگرچہ حضرتِ ابراہیمؑ کے بعد اس کی یہ مرکزیت باقی نہ رہی لیکن اس کے بعد پھر نبی اکرمﷺ اسی ملتِ ابراہیمیؑ کی تجدید کے لیے جب تشریف لائے تو کعبے کی جو Original Position یعنی جو پہلا مقام تھا' وہ اسے حاصل ہو گیا۔ اور یہ وجہ تھی کہ اسلامی نظام میں کعبے ہی کو اپنا مرکز قرار دیا۔ میں نے عرض کیا تھا کہ یہ جو ہمارے ہاں ایک عام خیال پایا جاتا ہے کہ نبی اکرمﷺ مکے کی زندگی کے تیرہ سال اور مدینے کی زندگی کے بھی دو اڑھائی سال بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے اور اس کے بعد یہ یکا یک تبدیلی ہوئی تھی اور آپﷺ نے اپنا رخ کعبے کی طرف کیا تھا' صحیح نہیں ہے۔ قرآن کی رو سے اس نظام کا مرکز پہلے دن سے کعبہ ہی تھا' کعبہ ہی رہا ہے۔

برادرانِ عزیز! اب یہ چیز کہ پہلی آیت 142 میں یہ آ گیا تھا کہ یہ یہودی جو حقیقت سے نا آشنا ہیں' وہ یہ اعتراض کریں گے کہ

اچھا بھلا یہ بیت المقدس قبلہ چلا آ رہا تھا' اگر یہ رسول ﷺ اسی دین کو لے کر آیا ہے جو پہلے سے انبیائے کرامؑ کی طرف چلا آ رہا تھا تو اس نے اپنے لیے کعبے کو اپنا مرکز یا قبلہ کیوں تجویز کیا۔ اس کا جواب یہ دیا گیا تھا کہ یہ جو تمہارا قبلہ ہے' یہ ایک قومی قبلہ بن گیا تھا۔ یہ نوعِ انسانی کے لیے ایک نظامِ زندگی لایا ہے اس لیے یہ اسے اپنا قبلہ نہیں بنا سکتا تھا۔ اور آپ دیکھیے کہ قرآنِ کریم اس کی دلیل کس قدر واضح الفاظ میں دیتا ہے۔ اگلی ہی آیت میں یہ کہا کہ **وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا** (2:143) اس طرح سے ہم نے تمہیں ایک بین الاقوامی امت بنایا ہے تاکہ تم تمام نوعِ انسانی کے اعمال کی نگرانی کر سکو۔

کعبہ کی طرف صرف منہ کر لینا ہی کافی نہیں' وہاں سے اٹھنے والی آواز کے سامنے جھکنا بھی ہے

عزیزانِ من! آپ نے دیکھا کہ آج تو ہمارے نزدیک قبلے کی حیثیت صرف اتنی ہی رہ گئی ہے کہ ہم اپنی نماز میں منہ طرف قبلہ شریف کرتے ہیں' اپنا رخ ادھر رکھتے ہیں' یہ بھی نہایت ضروری چیز ہے لیکن مقصود بالذات نہیں ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ **كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا** (2:143) اس طرح سے ہم نے تمہیں ایک بین الاقوامی قوم بنا دیا ہے۔ یہ کعبے کا تعین تو اس قوم کی تشکیل کے لیے تھا کہ یہ بین الاقوامی حیثیت اختیار کرے۔ **لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ** (2:143) اور تم تمام عالمگیر انسانیت کے اعمال کی نگران ہو۔ آپ نے دیکھا کہ اس میں Universalism (عالمگیریت) کا تصور آ گیا' اس میں گروہ بندی نہیں ہے۔ اس طرح سے تعینِ قبلہ سے مقصود یہ تھا کہ عالمگیر نظام کی تشکیل ہو اور تم یوں ایک **اُمَّةً وَّسَطًا** (امتِ وسط) بن جاؤ تاکہ تمام نوعِ انسانی کے اعمال کی نگرانی کر سکو۔ **وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا** (2:143) اور تمہارے رسول ﷺ تمہارے اعمال کے نگران ہوں۔

اب یہ جو ان کی طرف یہ اعتراض ہے کہ یہ قبلہ کیوں رکھا گیا؟ کہا کہ **وَ مَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِىْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ** (2:143)۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ پہلے قبلہ اور تھا تو کہا کہ "ہم نے یہ قبلہ اس لیے بنایا ہے تاکہ دونوں قسم کی ذہنیتیں الگ الگ ہو جائیں اور یہ واضح ہو جائے کہ وہ کون ہے جو رسول کے اتباع میں اپنا رخ پھیر کر ہر قسم کی قومی نسبتوں کو چھوڑ کر' خالص انسانیت کی نسبت اختیار کرتا ہے اور وہ کون ہے جو قومی نسبت کی طرف لوٹ جاتا ہے"۔ یہ بات یہاں قرآن میں کہیں نہیں ہے کہ پہلے یہ بیت المقدس قبلہ تھا اور اس کی جگہ یہ کعبہ قبلہ بنایا ہے بلکہ کہا یہ ہے کہ جس قبلے کے اوپر تُو ہے اُسے ہم نے قبلہ بنایا ہے اور اگر بیت المقدس کے متعلق کہا جائے کہ خدا نے مسلمانوں کے لیے اسے قبلہ قرار دیا تھا تو اس کے لیے تو قرآن میں کہیں بھی یہ نہیں آیا ہے۔ کہیں یہ نہیں کہا گیا کہ بیت المقدس کو خدا نے قبلہ قرار دیا تھا۔ اس موجودہ قبلے یعنی خانہ کعبہ کے متعلق تو قرآن میں متعدد آیات ہمارے سامنے ہیں جن میں کہا تھا کہ یہ ہے تمہارا قبلہ۔ اس لیے کہا کہ یہ جو قبلہ ہے' یہ اس لیے بنایا گیا ہے کہ دور وہ آ گیا جس میں

یہ دیکھا جائے گا کہ کون اپنی گروہ بندیوں کی تنگ ناؤں کو چھوڑ کر' عالمگیر انسانیت کی ناپیدا کنار وسعتوں کو اپنا تصور بناتا ہے۔ ہم نے یہ دیکھنا ہے۔

آج کرہ ارض کا گوشہ گوشہ قومیت کے تصور میں غسلِ خون کی ہولی کھیل رہا ہے

آپ دیکھ رہے ہیں کہ چودہ سوسال پہلے کی بات تو ایک طرف رہی' آج انسان اپنے ذہن میں یہ کہہ رہا ہے کہ میں نے بڑی ترقی کی' اس کے ذہن کا افق بہت بلند ہو گیا حتیٰ کہ وہ اس زمین سے اڑ کر آسمان تک' چاند اور تاروں تک' پہنچ رہا ہے لیکن قومیت کا تعصب اتنا گہرا ہے کہ اسے یہ کسی طرح سے چھوڑنے کو تیار ہی نہیں' ایسا نظر آ رہا ہے کہ چھوڑ سکتا نہیں۔ یہ بڑی گہری چیز تھی۔ یہ جو کہا ہے کہ قبلے کا تعین' بظاہر تو یوں نظر آتا ہے کہ اُدھر رخ نہ کرلیا' اِدھر رخ کرلیا۔ اس نے کہا ہے کہ یہ رخ کرنے کی بات نہیں ہے۔ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ تم اپنی گروہ بندی کی تنگ ناؤں سے' تنگ دائرے سے' قومیت کے تنگ تصور سے' نکل کر عالمگیر تصور کو اپناتے ہو یا نہیں؟ یہ ہے جس کے لیے قومی مرکز کو چھوڑ کر ایک عالمگیر انسانیت کا مرکز تمہارے لیے تجویز کیا گیا ہے۔ ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ کون قومیت کی تنگ ناؤں سے نکل کر عالمگیر انسانیت کے تصور کو اپناتا ہے اور کون اسی پرانی جہالت کی طرف چلا جاتا ہے جس میں انسان گروہوں میں' قبیلوں میں' بٹا ہوا تھا' نسلوں میں بٹا ہوا تھا۔ آگے کہا کہ **وَ اِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ** (2:143) یہ تنگ ناؤں سے نکل کر عالمگیر تصور میں آنے کی بات بڑی مشکل سی ہے' یاد رکھیے! یہ کوئی آسان بات نہیں ہے۔ آپ غور کیجیے کہ محض نماز میں رخ ایک طرف کرنا یا دوسری طرف کرنا' اور وہ آیت ابھی آتی ہے جس میں یہ کہا جائے' کوئی ایسی اہم چیز نہیں تھی' یہ تو رخ ہی بدلنے کی بات ہے۔ وہ تو یہ کہتا ہے کہ یہ بڑی گراں چیز ہے یاد رکھو! یہ بڑی دشوار گزار چیز ہے' یہ دل پہ گراں گزرنے والی چیز ہے۔ رخ کی تبدیلی تو کوئی ایسی بات نہیں ہے جو اتنی گراں گزرے۔

کعبہ کی طرف رخ کرنے کا حقیقی مقصد تو اپنے زاویہ نگاہ کو بدلنا تھا

یہ آئیڈیالوجی کا بدلنا ہے' اس تصور کا بدلنا ہے جس میں نسل اور قوم کی' اور وطن کی' تنگ ناؤں سے نکل کر' عالمگیر فضاؤں کے اندر اٹھنا ہے۔ یہ ہے وہ چیز جو اصل Change (تغیر) ہے' جو اصل انقلاب ہے۔ کہا ہے کہ یہ بات بڑی گراں گزرے گی۔ عزیزانِ من! یہ بات تو آج بھی بڑی گراں گزرتی ہے' اُس زمانے کی تو بات ایک طرف رہی۔ اس قومیت کی لکیروں نے' ان تعصّبات نے' اس دنیا کو اتنی سائنٹفک ترقیوں کے باوجود جہنم بنا رکھا ہے۔ کہا ہے کہ **اِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ** (2:143) اس گراں گزرنے والی تبدیلی کے اندر یہ چیز نظر آئے گی کہ صاحب! یہ ساری دنیا سے کٹ کر' ایک نئی امت کی تشکیل کرنا ہے' ایک نئے کعبے کی تعمیر کرنا ہے' ایک نئی آئیڈیالوجی کو اپنانا ہے۔ یہ بڑا

چھوٹا سا گروہ تھا' بڑی مختصر سی جماعت تھی۔ ان کے دل میں یہ خیال آسکتا تھا کہ ساری دنیا سے کٹ کر' ساری دنیا سے لڑائی مول لے کر' یہ چیز تو شاید نقصان کا باعث ہو جائے۔ وہیں کہہ دیا گیا کہ اس میں گھبرانے کی بات نہیں ہے' خدا تمہاری اس ایمانی قوت کو ضائع نہیں کرے گا۔

قرآن حکیم کی آئیڈیالوجی اتنی بار آور ہوگی کہ اس کی خوشبو سے کرہ ارض مہک اُٹھے گا

قرآنِ حکیم کی آئیڈیالوجی کا یہ تخمِ صالح بڑھے گا' پھولے گا' پھلے گا' بار آور ہوگا۔ گھبراؤ نہیں۔ یہ بالکل ایک نیا خیال' نیا آئیڈیا' نیا نظام ہے' ساری دنیا سے الگ ہے جسے ہم ساری دنیا سے مخالفت مول لے کر اپنا رہے ہیں۔ اس کے نتائج کیا ہونگے؟ کہا کہ گھبرانے کی بات نہیں ہے کیونکہ **اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (2:143)** یہ اس لیے کہا گیا ہے۔ یہاں پھر دیکھیے! الناس آیا ہے کہ اس تبدیلی کے اندر تو نوعِ انسانی کی نشو ونما کا سامان پوشیدہ ہے۔ اس لیے یہ چیز تمہارے لیے کیسے نقصان کا باعث ہو جائے گی۔ اس نے کہا ہے کہ یاد رکھو! بقا اور فلاح کا ایک ہی معیار ہے کہ **وَ اَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ (13:17)** جو شے پوری نوعِ انسانی کے لیے منفعت بخش ہوگی' وہی باقی رہے گی۔ تمہارا یہ نظام' اس نظام کا یہ مرکزِ محسوس' یہ قبلہ تو نوع انسانی کی منفعت کے لیے وجود میں آیا ہے۔ اس لیے اسے نقصان کیسے ہو سکے گا؟ تم اگر اس کا اتباع نہیں کرو گے تو نقصان میں رہو گے۔ اس کا اتباع کرو' گھبرانے کی بات نہیں۔ اب دیکھیے کہ اگلی آیت میں قرآن نے کیا بات کہی؟ کعبہ اس نظام کا مرکزِ محسوس قرار پا گیا۔ نبی اکرمﷺ اپنی جماعت کو لے کر کعبہ ہی کو نہیں' مکے ہی کو چھوڑ کر مدینے تشریف لے آئے۔ کعبے پر مشرکین کا تسلط تھا۔ اب آپ دیکھیے کہ نظام کا مرکز کعبہ ہے اور اس کی تولیت ابھی مشرکین کے پاس ہے۔ رہ رہ کر دل میں یہ خیال آسکے گا کہ یہ کیا بات ہوئی کہ ہمارے نظام کا مرکز کعبہ ہے اور اس پر' تسلط ہمارے مخالفین کا ہے۔ نظام کا مرکز تو ایسا ہونا چاہیے جس پہ تسلط بھی ہمارا ہو۔ کہا کہ **قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْھِکَ فِی السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبْلَۃً تَرْضٰھَا (2:144)** ہم دیکھتے تھے کہ کس طرح رہ رہ کر تیری نگاہیں آسمان کی طرف اٹھتی ہیں کہ وہی قبلہ ہمارا قبلہ ہونا چاہیے۔ اس کے علی الرغم آج بھی ہمارا خیال اس عقیدے کے مطابق' جو میں نے کہا ہے چلا آ رہا ہے کہ وہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔

بیت المقدس کو قبلہ تسلیم کرنے سے کیسی پوزیشن سامنے آتی ہے؟

اب آپ یہ دیکھیے اور یہ چیز ذہن میں رکھیے کہ یہاں بیت المقدس کو قبلہ تسلیم کرنے میں ایک کتنا اشتباہ پڑتا ہے اور ایک ایسی پوزیشن سامنے آتی ہے جس کو انسان کبھی Accept (قبول) نہیں کر سکتا کہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے حضورﷺ نماز پڑھتے تھے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ بھی خدا کا مقرر کیا ہوا کعبہ تھا' خدا نے اسے کعبہ مقرر کیا ہے' رسول اللہﷺ خدا کے اس فیصلے کے مطابق اس

طرف رخ کرتے ہیں' نماز پڑھتے ہیں اور اُدھر قرآنِ کریم نے کہا ہے کہ رہ رہ کر آپؐ کے دل میں یہ آرزو مچلتی ہے کہ یہ تو قبلہ نہیں ہونا چاہیے' میرا قبلہ تو کعبہ ہونا چاہیے۔ گویا رسول کی بھی یہ کیفیت ہے کہ خدا کا ایک حکم ہے' اس کی تعمیل کر رہا ہے' اور یہ تعمیل طوعاً و کرھاً کر رہا ہے اور بار بار آنکھیں آسمان کی طرف اٹھ رہی ہیں کہ یا اللہ! ٹھیک ہے' تیرا حکم تیرا حکم ہے' میں اس پر عمل کر رہا ہوں لیکن قبلہ تو وہی ہونا چاہیے۔

ہجرت کے بعد کعبہ پر مشرکین کا کنٹرول' آپؐ کے دل میں گزرنے والے خیالات کی کیفیت اور خدا کا فیصلہ

برادرانِ عزیز! بات یہ تھی کہ اس وقت تک ابھی کعبہ پہ تسلط و تولیت مخالفین کی تھی' اس کی تولیت مشرکین کے پاس تھی۔ اور دل کے اندر واقعی یہ آرزو مچلنی چاہیے کہ جو ہمارا نظام ہے اس نظام کا جو مرکز ٹھہرایا گیا ہے وہ مرکز ہمارے تسلط میں ہونا چاہیے۔ یہ جو تمنا' یہ جو آرزو ہے' یہ بالکل نیچرل ہے لیکن یہ چیز ہے کہ حکم کے مارے رخ تو ادھر بیت المقدس کی طرف کیا جا رہا ہے اور دل میں یہ آرزو آ رہی ہے کہ صاحب! یہ تو قبلہ نہیں ہے' یہ تو وہی خانہ کعبہ ہونا چاہیے۔ نہیں' میرے بھائی! یہ ایسا نہیں ہے۔ یہ ساری باتیں یہودیوں کے اعتراض کی بنیاد پہ بنائی گئی ہیں اور قرآنِ کریم نے ان کا یہ اعتراض Quote (نقل) کیا ہے۔ آپ نے دیکھا کہ قرآن پہ اگر آپ رہیں گے تو بات بڑی صاف ہوتی چلی جائے گی۔ ایک شانِ نزول کی روایت نے یہ سارے معنی کس طرح سے بدل کر رکھ دیئے۔ جی ہاں! قرآنِ کریم میں کہا یہ گیا ہے کہ ہم یہ تمنا اور آرزو دیکھ رہے تھے۔ یہ کہنے کا بھی کتنا حسین انداز ہے کہ تیری نگاہیں بار بار آسمان کی طرف اٹھ رہی تھیں کہ جو ہمارے نظام کا مرکز ہے' وہ ہماری ہی تولیت میں ہونا چاہیے۔ اور یہ بڑی نیچرل چیز ہے۔ **فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا** (2:144) گھبرانے کی بات نہیں ہے یہ قبلہ جو تجھے پسند ہے' جو ہم نے مقرر کیا ہے' اس پر تمہاری تولیت ہو کر رہے گی۔ ہم نے یونہی اس کو تمہارا مرکز نہیں مقرر کر دیا کہ تمہارا نظام جو ہے' اس کا مرکز غیروں کے قبضے میں رہے۔ یہ نہیں ہوگا۔ یقیناً اس کے اوپر تمہارا قبضہ ہوگا۔

عزیزانِ من! مدینے کی ابتدائی زندگی میں یہ چیز کہی جا رہی ہے کہ گھبرانے کی بات نہیں ہے' اس پر تمہارا قبضہ ہو کر رہے گا۔ اب سوال یہ ہے کہ اس دوران میں تمہیں کرنا کیا چاہیے؟ اس کے لیے کہا کہ **فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ** (2:144) ٹھیک ہے کہ اگرچہ اس وقت اس پر دوسروں کا ہی قبضہ ہے مگر تم اپنی تمام تر توجہات کو اس بات کے اوپر مرکوز کر دو کہ اس پر ہمارا قبضہ ہو کر رہے گا۔ دل میں عزم پیدا کرنے کے لیے یہ بڑی چیز ہے کہ ہر وقت اس چیز کو دہراتے چلے جاؤ کہ کوئی بات نہیں' یہ زمانے کا حادثہ ہے جو آج یہ ابھی غیروں کے قبضے میں ہے' اس پہ ہمارا قبضہ ہو کر رہے گا' وہ ہماری تولیت میں آ کر رہے گا۔ کہا کہ تم یہ کرو۔ ٹھیک ہے' اس کا ایک محسوس طریق یہ بھی ہے کہ اپنے رخ اُدھر رکھو تا کہ جماعت کو ہر وقت یاد دہانی ہوتی رہے کہ وہ ہمارا قبلہ ہے' اسی کو ہم نے حاصل کرنا

ہے' اور یہ حاصل ہو کر رہے گا۔ آپ نے دیکھا کہ ایمان اور نظریئے کا یقین' عمل کے لیے کس طرح قلب کے اندر تحریک پیدا کرتا ہے اور بالآخر ویسا ہو کر رہتا ہے۔

صرف کعبہ کی طرف رخ کیے رکھنے کے سلسلہ میں قرآن حکیم کا ارشاد

عزیزانِ من! کہا ہے کہ **وَ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ** (2:144)۔ یہ چیز یہاں بڑی خوبصورت آ رہی ہے اور اگلی آیت میں بڑی نمایاں ہو جائے گی۔ کہا ہے کہ **فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ** (2:144)۔ اس آیت میں یہ ''ک'' آپ نے دیکھا ہے کہ اس میں واحد مخاطب کا صیغہ صرف رسول اللہ ﷺ کی طرف ہے کہ تُو اپنا رخ اس طرف رکھ۔ سوال یہ ہے کہ یہ حکم رسول اللہ ﷺ کے لیے مخصوص ہوا کہ صرف رسول ﷺ سے کہا کہ تُو اپنی توجہ اس طرف رکھ۔ پہلے یہ کہا۔ یقیناً سب سے پہلے جو سربراہ ہے' جو لیڈر رہے' سب سے پہلے اسے ایک چیز اپنے ذمے رکھنی چاہیئے' ابتدا اس کو کرنی چاہیئے' Initiative (پہل) اس کی طرف سے ہونا چاہیے لیکن اگر اتنی سی بات کہہ کر چھوڑ دی جاتی تو نظر آتا کہ یہ فرق حضور ﷺ ہی کے لیے تھا۔ ساتھ ہی کہا کہ **وَ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ** (2:144) اے جماعتِ مومنین! تم جہاں کہیں بھی دنیا میں ہو' یاد رکھو! **فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ** (2:144) اپنی نگاہوں کا رخ اسی طرف رکھو۔ اب یہ ہے وہ ہم آہنگی' جو لیڈر میں اور اس کے متبعین میں' پیدا ہوتی ہے۔ یاد رکھیے! ابتدا اسی کی طرف سے ہوتی ہے۔ پوری کی پوری قوم اپنا رخ کسی طرف کیے ہو' اور ان کا سربراہ اپنا رخ دوسری طرف کیے ہوئے ہو تو اس سے بڑا تشکک و افتراق کوئی دوسرا نہیں ہوتا۔ سربراہ اپنا رخ کسی ایک طرف کیے ہوئے ہو اور قوم کا رخ کسی دوسری طرف مڑ جائے تو انارکی پھیل جاتی ہے۔ یہ قرآن نے اپنا نظام بتایا ہے کہ سب سے پہلے جو سربراہ اور لیڈر اور امام ہے' اس کو اپنا رخ ایک سمت رکھنا چاہیے اور اس کے پیچھے جو جماعت ہے اس کو اس کے اتباع میں اسی طرف اپنا رخ رکھنا چاہیے۔ کہا ہے کہ یہ طریقہ ہے جس سے یہ کعبہ جو تمہارے نظام کا مرکز ہے اور جو آج غیروں کے تسلط میں ہے' یقیناً تمہارے تسلط میں آ کر رہے گا۔ کرنے کی بات یہ ہے: امام یعنی لیڈر سے کہا کہ تم بھی اپنی توجہات کا مرکز اسے بناؤ' جماعت کے افراد سے کہا کہ تم بھی دنیا میں جہاں کہیں بھی ہو' اسی کو اپنی نگاہوں کا نصب العین بناؤ' باقی رہے 'ان کے اعتراضات تو ان کی پرواہ نہ کرو۔

قرآن حکیم کا فرمان ہے کہ کعبہ کو تعمیر کرنے والی حضرت ابراہیمؑ کی عظیم شخصیت نہ یہودی تھی' نہ نصرانی

قرآن میں یہ بتایا گیا ہے کہ **اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ** (2:144)۔ یہ جانتے ہیں کہ ابراہیمؑ نے اسی کو کعبہ بنایا تھا' انہیں اس کا پتہ ہے۔ ان کا یہ اعتراض اس گروہ بندی کے تعصب کے تاثرات کی بنا پر ہے جو بعد میں انہوں نے از خود پیدا کیا تھا' ابراہیمؑ تو کسی گروہ بندی کا نہیں تھا۔ قرآن میں کہا ہے کہ ابراہیمؑ نہ یہودی

تھا' نہ نصرانی تھا' وہ عالمگیر انسانیت کے دین کا پیامبر تھا۔ کہا ہے کہ یہ لوگ یہ جانتے ہیں۔

عزیزانِ من! اور کتنی ہی چیزیں ہیں کہ قومی نسبتیں انسان کو ہٹنے نہیں دیتیں' ان کے دل میں یقین ہوتا ہے کہ ہم غلط بات کہہ رہے ہیں اور غلط کر رہے ہیں۔ قرآن کیا چیز کہہ گیا ہے؟ یہ کہ یہ جانتے ہیں کہ حقیقت یہی ہے کہ ابراہیمؑ نے اسی کعبہ کو قبلہ بنایا تھا' اس کے باوجود اعتراض کیے جا رہے ہیں اور اسے اپنا نہیں رہے۔ اگلی چیز کہی کہ **وَ لَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ** (2:145) تم ان کو دلائل و براہین سے ہی سمجھا سکتے ہو لیکن تعصب ایک ایسی چیز ہے جو دلائل و براہین کو تسلیم ہی نہیں کیا کرتی۔ ان کو لاکھ دلیلیں دیتے چلے جاؤ' یہ کبھی تمہارے قبلے کا اتباع نہیں کریں گے۔ میں یہ کہتا چلا آ رہا ہوں کہ جو قبلہ ہے' درحقیقت وہ جو نظام ہے یہ اس کا سمبل ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ یہاں کہا ہے کہ **مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ وَ مَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ** (2:145) اور تم بھی ان کے قبلہ کا اتباع کرنے والے نہیں اور آگے ہے کہ **وَ مَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ** (2:145) ان کی کیفیت یہ ہے کہ تمہاری مخالفت میں تو ایک محاذ بنائے ہوئے ہیں لیکن آپس میں بھی ان کی یہ کیفیت ہے کہ یہ کہتے ہیں کہ ایک دوسرے کے قبلے کا اتباع نہیں کرنا۔ تو یہ جو اتباعِ قبلہ ہے' یہاں یہی لفظ میں نے کہا ہے۔

قرآن حکیم نے قبلے کا لفظ ملت' ملک اور نظام کے معنوں میں لیا ہے

اگلی ہی آیت میں اس کی تفسیر کر دی ہے کہ **وَ لَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَ لَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ** (2:120) یہ یہود اور نصاریٰ تم سے کبھی راضی نہیں ہو سکتے تاوقتیکہ تم ان کی ملت کا اتباع نہ کرو۔ یہاں لفظِ ملت ہے' یہاں (2:145) میں اتباعِ قبلہ ہے لہٰذا قبلہ کے معنی ملت ہی ہے۔ یہی میں کہہ رہا تھا کہ قبلہ کسی مقام کا نام نہیں' کسی سمت کا نام نہیں' کسی رخ کا نام نہیں' یہ ملت کا نام ہے' یہ مسلک کا نام ہے' یہ نظام کا نام ہے' یہ کعبہ اس کی مرکزِ محسوس شکل ہے' صرف علامت ہے' سمبل ہے۔ کہا کہ یہ دلائل کی بات نہیں ہے' یہ جانتے ہیں کہ تُو یہ سچ کہتا ہے مگر گروہ بندیوں کا جو تعصب ہے وہ اس طرف آنے نہیں دیتا۔ اس لیے ان کو لاکھ دلیلیں دیتے چلے جایئے' یہ نہیں مانیں گے۔ اگر تعصب کو چھوڑ کر بات پہ آئیں گے تو پھر یہ مان سکتے ہیں۔ اور پھر تم بھی یاد رکھو کہ **وَ لَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ** (2:145) جب یہ تمہاری طرف العلم آ گیا' وہ حقیقت تمہاری طرف آ گئی تو محض اس لیے کہ یہ اتنی بڑی جماعت ہے' یہ اتنی بڑی قوم (Nation) ہے' یہ ہم سے کٹ جائیں گے تو تم یہ چھوٹی سی بات ہے کہ اس سے Compromise (مفاہمت) کر لو' ان کی خواہشات کا اتباع کرنے پہ آمادہ ہو جاؤ تو تمہارا شمار انہی میں سے ہوگا جو قوانینِ خداوندی سے سرکشی اختیار کرتے ہیں۔ کہا ہے کہ اگر تم نے کسی اور خیال سے یہ کیا کہ یہ مفاہمت کرنے والی بات ہے' تو

صورت یہ نہیں ہے کہ تم نے قبلے کا رخ اپنی نمازوں میں بدل لینا ہے وہ تو سارا نظام بدل جائے گا' نظام کا مرکز بدل جائے گا تو اس وقت اِنَّکَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ (2:145) جیسے ظالمین یہ ہیں' تُو بھی وہی کچھ ہو جائے گا۔

قبلے کا مفہوم متعین کرنے کا مقصد اور اہل کتاب کی مفاد پرستی کا نتیجہ

عزیزانِ من! دیکھ رہے ہیں تعین قبلہ کو کتنی اہمیت ہے۔ اس اہمیت کے باوجود حقیقت کیا ہے؟ یہ بات ایک آیت کے بعد آتی ہے کہ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَ ھُمْ (2:146) یہ جو حقیقت ہم نے کہی ہے کہ ابراہیمؑ کا قبلہ قومی قبلہ نہیں تھا' یہ عالمگیر تھا' یہ درحقیقت قومیت کی تشکیل کا ایک نیا معیار تھا' ایک نیا نظریہ زندگی تھا۔ کہا کہ یہ ایک ایسی عظیم حقیقت ہے' واضح کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ یہ اہلِ کتاب اس حقیقت کو یوں پہچانتے ہیں جیسے انسان اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے۔ اس میں کسی شبے والی بات ہی نہیں ہے لیکن مصیبت یہ ہے کہ وَ اِنَّ فَرِیْقًا مِّنْھُمْ لَیَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ ھُمْ یَعْلَمُوْنَ (2:146) ان کا یہ مذہبی پیشوائیت کا جو گروہ ہے اس کے مفاد کا تقاضا ہے کہ تمہاری گروہ بندی الگ رہے۔ یہ جانتے بوجھتے تمہیں اس طرف نہیں جانے دیتے کہ جب یہ قوم عالمگیر انسانیت کے اندر آ جاتی ہے تو پھر اپنی گروہ بندی باقی نہیں رہتی۔ یاد رکھیے! یہ مذہبی پیشوا جب مذہب کو اپنا پیشہ بنا لیتے ہیں تو ان کا وجود اسی صورت میں قائم رہ سکتا ہے کہ ان کے فرقے قائم رہیں' ان کی گروہ بندیاں قائم رہیں۔ جب گروہ مٹ جاتے ہیں تو امت بن جاتی ہے۔ امت تو ایک ہوتی ہے' اس کا نظام ایک ہوتا ہے' اس کا سربراہ ایک ہوتا ہے۔ یہ الگ الگ لیڈر' یہ الگ الگ مذہبی پیشوا تو صرف گروہ بندیوں میں باقی رہ جاتے ہیں۔ یہ اپنی گروہ بندیوں کی گرہوں کو اس لیے مضبوط کرتے ہیں: بایں بہانہ مگر عمرِ خود دراز کنم [1]' یہ اپنے وجود کے تحفظ کے لیے یہ کچھ کرتے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ ہم یہ سب کچھ خدا کے لیے کر رہے ہیں۔ کہا کہ یہ چیز ہے کہ ان کا ایک فریق یہ جانتے ہوئے لَیَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ (2:146) حقیقت کو چھپاتا ہے کہ یہ بات عوام کے سامنے آنے نہ پائے حالانکہ وَ ھُمْ یَعْلَمُوْنَ (2:146) یہ سب کچھ جانتے بوجھتے دیدہ دانستہ کرتا ہے۔ کہا ہے کہ تمہیں اس کی پرواہ نہیں ہونی چاہیے۔ یاد رکھیے! اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ (2:147) یہ الحق (The Truth) حقیقت ہے اور وہی ایک حقیقت ہے' جو تیرے رب کی طرف سے آ گئی ہے۔ اب اس بارے میں تمہیں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہونا چاہیے۔ پورے یقین کے ساتھ اس چیز کے اوپر آ جاؤ۔

---

[1] حکایت قدِ آں یار دلنواز کنم بایں بہانہ مگر عمرِ خود دراز کنم

قبلے کے قرآنی مفہوم کو صرف نماز کی حد تک محدود کرنے کا نتیجہ

عزیزانِ من! آپ نے دیکھا کہ تعینِ قبلہ کی اہمیت کس قدر ہے! قبلہ کی طرف رخ کرنے کی اہمیت کتنی ہے اور کتنے زوروں سے قرآن میں دی ہے۔ یہ قرآن ہے' اس کے ساتھ ہی یہ کہا ہے کہ **وَ لِكُلٍّ وِّجۡهَةٌ هُوَ مُوَلِّيۡهَا** (2:148) یہ نہ سمجھ لینا کہ ہم نے اپنا قبلہ یہ مقرر کرلیا اور نمازوں میں منہ اس کی طرف کرلیا تو بڑا کام کرلیا' بہت بری چیز ہوگئی۔ اور یہ کہ اسلام کی خصوصیتِ کبریٰ یہ ہے اور اسی بنا پر یہ تمام مذاہبِ عالم پر افضلیت رکھتا ہے۔ کہا ہے کہ یہ بات نہیں ہے۔ ہر قوم میں' ہر مذہب میں' ہر گروہ میں اپنا اپنا ایک قبلہ مقرر کیا ہوا ہے' تم نے بھی یہ مقرر کرلیا' یہ کونسی ایسی چیز ہے جس کے اوپر تم کہو کہ ساری دنیا کے اوپر ہمیں فخر اور افضلیت حاصل ہوگئی۔ یہ بات نہیں ہے۔

کعبے کو کعبے کا مقام عطا کرنے کا پیمانہ اور اس کا محسوس معیار

اس کی تو اتنی اہمیت ہے کہ جہاں کہیں بھی تم ہو یعنی **حَيۡثُ مَا كُنۡتُمۡ فَوَلُّوۡا وُجُوۡهَكُمۡ شَطۡرَهٗ** (2:144) دنیا کے کسی گوشے میں بھی ہو' اپنا رخ' اپنی نگاہوں کا مرکز' اسی کو بناؤ۔ قبلہ کی اہمیت تو اتنی بڑی اہمیت ہے لیکن یہ خیال دل سے نکالنے کے لیے کہا کہ کہیں اسی کو مقصود بالذات نہ سمجھ لینا کہ یہ اینٹ اور پتھر کا ایک مکان' عرب کی سرزمین میں' ایک گوشہ' اپنی نمازوں میں ہم اپنا رخ اُدھر کرلیتے ہیں اور اس کی اتنی اہمیت حاصل ہو جائے صاحب! کہ بس باقی اقوامِ عالم باقی مذاہب کے اوپر تمہاری افضلیت یہ ہے کہ صاحب! ہمارا جو قبلہ ہے وہ کعبہ ہے۔ کہا ہے کہ یہ بات نہیں ہے۔ ہر قوم نے اپنے لیے ایک ایک مرکز تجویز کر رکھا ہے' اس کی حیثیت اتنی ہی ہے اس سے زیادہ نہیں۔

سنیے کہ حیثیت کس چیز کی ہے؟ مقصد کیا ہے؟ یہ کہ **فَاسۡتَبِقُوا الۡخَيۡرٰتِ** (2:148) دیکھنا یہ ہے کہ تم نوعِ انسانی کے بھلائی کے کاموں میں کتنا آگے بڑھتے جاتے ہو۔ کعبے کو اپنا قبلہ بنالیا اور اس کی ساری اہمیت یہ کہ صاحب! ذرا سا رخ اِدھر ہوا تو دہائی مچ گئی کہ صاحب! نماز نہیں ہوئی۔ وہ صحیح تعین کیا گیا تو سمجھ لیا کہ ہم نے بہت بڑا نیکی کا کام کرلیا۔ یاد رکھیے! پچھلے درس کو فراموش نہ ہونے دیجیے جس میں' میں نے کہا تھا کہ ان چیزوں کی اہمیت اپنے مقام پہ ہے اور بڑی اہمیت ہے۔ اور وہ اہمیت میں نے مثال کے ذریعے سے بتائی تھی کہ فوج میں ایک سپاہی کے لیے یہ چیز کہ اس کے بوٹ کے تسمے کی گرہ کیسے لگے گی؟ وہ اسے کیسے باندھے گا؟ کس مقام کے اوپر اسے آنا چاہیے؟ اس کو بھی اہمیت حاصل ہے۔ اگر اس میں ذرا سا فرق آتا ہے تو اس کے اوپر اس کو سزا مل جاتی ہے۔ ایک نظام کے اندر چھوٹی چھوٹی جزئیات بھی اپنی اہمیت رکھتی ہیں لیکن یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں مقصود بالذات نہیں ہوتیں' مقصود بالذات اس نظام کا استحکام ہوتا ہے۔ اگر وہ نظام باقی نہ رہے تو ان جزئیات کی کتنی ہی آپ پابندی کرتے چلے جائیں' وہ بے معنی ہو جاتی ہیں' بلانتیجہ رہ جاتی ہیں۔ جیسا میں نے مثال میں کہا تھا کہ یہی سپاہی فوج سے الگ ہو کر' برخاست ہو کر' فوج باقی نہیں' مملکت بھی باقی نہیں' اس کے پاس

اس کی وردی موجود ہے' گھر میں آ گیا ہے' صبح اسی طرح سے اٹھتا ہے جیسے وہاں اٹھتا تھا' اٹھنے کے بعد اسی طرح سے وردی پہنتا ہے' ہر چیز اپنی اپنی جگہ فٹ ہوتی ہے' تسمے بھی ٹھیک ہیں' بٹن بھی وہیں ملے ہوئے ہیں' نکلتا ہے اور گاؤں کی گلیوں میں لیفٹ رائٹ کرتا ہوا دو گھنٹے پریڈ کر کے گھر میں لوٹتا ہے' جزئیات کی پابندی اب بھی ویسی ہی ہو رہی ہے' نتیجہ اس کا نہیں نکل سکتا۔ وہاں اگر کھڑا ہے تو ان جزئیات میں سے کسی ایک کے اندر ذرا سی بھی تبدیلی آ جائے گی تو وہاں ٹکراؤ ہو جائے گا۔ وہاں تو اہمیت اتنی ہے اور ان ساری چیزوں کی اہمیت برقرار رکھتے ہوئے نتیجہ نکل رہا ہے۔

قوموں کی عظمت اور انکی فضیلت کا معیار ان کے اختیار کردہ نظام کا ہی رہینِ منت ہوتا ہے

عزیزانِ من! قرآن ہے۔ پچھلی آیتوں کے اندر آپ دیکھیے تو نظر آتا ہے قبلے کی اتنی بڑی اہمیت ہے کہ دنیا میں جہاں کہیں تم ہو' اپنا رخ ادھر رکھو لیکن کہا یہ ہے کہ **وَ لِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا** (2:148) صاحب! تمہاری خصوصیت یہ نہیں۔ ہر ملک کی آرمی نے اپنے لیے کچھ جزئیات رکھی ہوئی ہیں۔ یہیں بارڈر کے پار جا رہا ہے' وہاں کا سپاہی بھی یہ کچھ کر رہا ہے۔ اس میں تو کوئی خاص بات نہیں کہ تم کہو کہ ہماری وردی کا جو رنگ ہے' وہ اس قسم کا کچھ گرین ہے ان کی وردی کا رنگ زرد ہے' لہٰذا ہماری قوم کو اس قوم کے اوپر فضیلت حاصل ہے۔ بات یہ نہیں ہے۔ ہمارا سپاہی ٹوپی ٹھیک رکھتا ہے ان کے سپاہیوں کی ٹوپی بگڑی ہوئی ہے۔ کہا کہ اتنی بات نہیں۔ مقصود تو یہ **فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ** (2:148) ہے۔

پھر میں نے عرض کیا تھا کہ یہ خیر کا لفظ جس کی جمع خیرات آتی ہے' اس کا جو ترجمہ نیکیاں ہے یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے۔ خیر اور اختیار کا تو مادہ ہی ایک ''خ ی ر'' ہے۔ ہر وہ کام جو انسانی اختیارات اور Freedom (آزادیوں) میں زیادتی کرتا چلا جاتا ہے' وہ ہے جو کچھ کہا گیا ہے۔ غلامی کی زنجیروں کو توڑتے ہوئے' آزادیاں برقرار رکھتے ہوئے' **فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ** آگے بڑھنا ہے' تو اس میں تم آگے بڑھو۔ عزیزانِ من! یہی وہ چیز ہے جو اس سے پیشتر بھی آ گئی اور پھر دہرا دوں۔ کہا کہ **لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ** (2:177) کشادگی راہ اور نیکی کی راہ یہ نہیں ہے کہ میں اپنا منہ مشرق کی طرف کر لیتا ہوں یا مغرب کی طرف کر لیتا ہوں۔ نہیں' یہ نہیں ہے۔ یاد رکھو! یہ بھی ضروری ہے۔ دیکھیے! دونوں چیزیں ہیں۔ کہا ہے کہ **حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ** (2:144) جہاں کہیں بھی ہو' اپنا رخ ادھر رکھو۔

نیکی کا قرآنی مفہوم اور اُسے اختیار کرنے کی بنیادی شرط

برادران عزیز! جہاں رخ کو ادھر رکھنے کی تاکید ہے' ساتھ یہ بھی چیز ہے کہ کہیں اسی کو نیکی نہ سمجھ لینا کہ میں نے اپنا رخ مشرق کی طرف کر لیا یا مغرب کی طرف کر لیا۔ یہ بات نہیں ہے۔ **وَلٰكِنَّ الْبِرَّ** (2:177) کشادا اور نیکی اور خیرات کی راہ یہ ہے کہ اس

آئیڈیالوجی کے اوپر ایمان رکھو جو قرآن نے دی ہے۔ اور اس کے بعد پھر بات یہ ہے کہ وَ اٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ (2:177) پھر تم اپنا مال جاذبیت اور محبت کے باوجود کتنا دیتے ہو۔ وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَ الصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِیْنَ الْبَاْسِ (2:177) یہ چیز ہے کہ تم اپنے عہد کی پابندی کتنی کرتے ہو' مشکلات کا سامنا کیسے کرتے ہو' تم میں استقلال کتنا ہے' تم میں استقامت کتنی ہے۔ بس یہ وہ چیزیں ہیں جو درحقیقت ہیں جسے تم نیکی کہہ سکتے ہو۔ اتنی سی بات کر کے کہ میں نے اپنا رخ اُدھر کرلیا ہے اور مطمئن ہو کر بیٹھ گئے کہ میں نے بڑا نیکی کا کام کرلیا' صحیح نہیں ہے۔ یہ نہایت واضح آیت ہے کہ آگے بڑھو' ایک دوسرے سے آگے نکلو۔

انسانی ضروریات کا تعین اور انسانی ہوس گیری کا نتیجہ

اب سوال یہ ہے کہ کس چیز میں آگے بڑھو؟ ایک آگے بڑھنا غلط نظام میں ہے یعنی یہ ہمارا آج کا آگے بڑھنا ہے۔ اس کے متعلق کہا کہ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ (102:1) تمہاری یہ جو ریس ہے کہ اس دنیا کے مفاد کے اندر ایک دوسرے سے آگے نکل جاؤ' اس سے میرا بینک کا بیلنس بڑھ جائے' اس کے پاس ایک موٹر ہے میرے پاس دو ہونی چاہئیں' وہ ایک مل لگاتا ہے میرے پاس چار لگنی چاہئیں' اس کو ایک لائسنس ملا ہے مجھے دس ملنے چاہئیں' اس کا ایک مکان ہے میرے پاس چار کوٹھیاں ہونی چاہئیں یہ تکاثر ہے۔ دیکھیے! یہ ''ک ث ر'' کس انداز سے قرآن یہاں لایا ہے۔ ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی جو ہوس ہے' اَلْهٰكُمُ ' وہی تو تمہیں تباہ کرنے والی چیز ہے۔ یہ کہ اس کے نزدیک انسانی جسم یا فزیکل لائف ہے اس کے تقاضوں کا پورا کرنا ضروری ہے لیکن صرف اس کی ضروریات کا پورا کرنا ہے۔ مقصود بالذات یہ نہیں ہے کہ زیادہ سے زیادہ میں دوسروں سے اس معاملے میں کتنا بڑھ جاتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ جو ضروریات ہیں ان کی تو ایک حد ہوتی ہے ''بالآخر کنیاں روٹیاں کھالو گے؟ [1]''۔ اور اگر اس میں تم نے بڑھنا شروع کیا تو ہوسکتا ہے کہ وہ جو دوسرا کھانے والا ہے وہ پانچ سات کھالے۔ اور اگر تم نے کہا کہ صاحب! میں آٹھ نو کھاؤں گا ''بس اس وقت کھالیں' اگلا وقت تو آپ پہ نہ آیا۔'' ضروریات کی ایک حد ہوتی ہے' اس سے آگے آپ نہیں جاسکتے۔ کتنے کپڑے پہن لو گے؟ یعنی بالآخر تم اپنے رہنے کے لیے کتنے مکان بنالو گے؟ یہ ٹھیک ہے کہ مکان بنا کر اس نے آکر پوچھا تھا کہ صاحب! یہ کس کس کے لیے ہے؟ تو اس نے بتایا تھا ''کہ جی! اے کمرہ تہاڈے بیٹھن والا' اے کمرہ تہاڈے کھان والا' اے کمرہ تہاڈے سَون والا' تے کہن لگا میرے اٹھن والا کمرہ کیہڑا ہووے گا''۔ ''او سردار ہوراں نے بنایا ہیگا سی جی مکان دے اندر نہان والے حوض۔ تین حوض بنے ہوئے سی دویاں اچ پانی ہیگا سی تے اک خالی ہیگا سی پیا ہویا۔ تے انجینئر نوں پوچھیا اے کی اے؟ سردار ہوراں نوں دسدے پئے نیں کہ جی! اے جیہڑا اے نا اے جدوں تہانوں ٹھنڈے پانی نال نہان نوں جی کرے تے ایہدے اچ نہاؤ۔ کہن لگا ٹھیک اے۔ کہن لگا اے جدوں گرم پانی نال نہان نوں جی کرے تے ایہدے اچ نہاؤ۔ کہن لگا اے تیسرا؟

---

[1] آخر کار کتنی چپاتیاں کھاؤ گے؟

اے خالی آ جدوں نہ نہان نوں جی کرے [1]''۔

عزیزانِ من! انسانی زندگی کی ضروریات کی ایک حد ہوتی ہے' آپ اس سے آگے بڑھ ہی نہیں سکتے لیکن ہوس کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ قرآن مجید نے بتایا ہے کہ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ o حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ (102:1-2) یہ تکاثر تو قبر تک جاتے ہوئے بھی ختم نہیں ہوتی۔ اب ایک تو یہ چیز تھی کہ اس کا علاج کیا جائے کہ جی! نہ رہے سر نہ رہے سر درد۔ یہ سیدھی سی بات ہے کہ سر درد کا علاج ہے کہ سر ہی کاٹ دیا جائے ''واقعی نہیں سر درد او ہدے بعد ہووے گا [2]''۔ اس کا علاج یہ نہیں ہے' جیسے کہ آپ کے تصوف اور رہبانیت نے کہا ہے کہ یہ جذبہ ہی نکال دیجیے۔ یہ جذبہ نکال دیجیے تو آپ پتھر بن کر رہ گئے' انسانیت ختم ہوگئی۔

یہ قرآن ہے' یہ جذبات کو باقی رکھتا ہے۔ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا جذبہ زندگی کی علامت ہے۔ یہ میدان بدل دیتا ہے۔ یہ جو تم کہہ رہے ہو کہ یہ بینک بیلنس اور موٹر کاریں اور مکان اور یہ ملیں اور یہ کارخانے اور یہ جو چیزیں ہیں' یہ تمہارے لیے میدان ہیں جو تم اپنے لیے تجویز کرتے ہو۔ سنیے! یہ میدان غلط ہے۔ کیا بات ہے قرآن کی! کہ انسانیت کے جو صحیح جذبات ہیں وہ ان کو مٹاتا نہیں ہے' یہ مٹ سکتے ہی نہیں ہیں۔ جسے یہ آپ کے ہاں نفس کشی کہتے ہیں' وہ فریبِ نفس ہے۔ انسانی جذبات کو مٹایا نہیں جا سکتا' یہ چیز ناممکن ہے' یہ فریب ہے۔ اب اگر آپ ایک قسم کے جذبات کو کسی طرح سے دبائیں گے' مٹائیں گے تو اس سے Perversion (بدنہادی) پیدا ہو جائے گی' وہ جذبات نکلنے کے لیے کوئی دوسرا رخ اختیار کر لیں گے اور وہ Un-Natural (غیر فطری) رخ ہوگا۔ کیا ہی خوب کہا گیا ہے کہ

پری رو تابِ مستوری ندارند
جن کے دل میں نمود کا جذبہ ہوتا ہے تو انہیں چھپا کر بھی رکھے تو بھی یہ چھپتے نہیں ہیں
چوں در بندی زِ روزن سر برآرند

---

1. کہ جناب! یہ کمرہ آپ کے لیے ڈرائنگ روم ہے' یہ کمرہ آپ کے لیے ڈائننگ روم (کھانے کا کمرہ) ہے' یہ کمرہ آپ کا سونے والا ہے۔ اس پر وہ کہنے لگا کہ میرا نیند سے بیدار ہونے والا کونسا کمرہ ہوگا؟ وہ سردار جی نے مکان کے اندر غسل کرنے کا حوض بنانا تھا جی! وہ تین حوض بنے تھے' دو پانی سے بھرے تھے اور ایک خالی تھا۔ انہوں نے انجینئر صاحب سے پوچھا کہ یہ کس لیے ہے؟ سردار جی کو بتا رہے ہیں کہ یہ جو ہے یہ اس لیے ہے کہ جب سردار جی کا ٹھنڈے پانی سے نہانے کو دل چاہے تو اس میں نہائیں۔ سردار جی نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ (انجینئر صاحب نے بات کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ) یہ جو ہے یہ اس لیے ہے کہ جب سردار جی کا گرم پانی سے نہانے کو دل چاہے تو اس میں نہائیں۔ (سردار جی) کہنے لگے کہ یہ تیسرا کس کام کا؟ (انہیں بتایا کہ) یہ خالی ہے اس لیے کہ جب نہانے کو دل نہ چاہے۔ تو یہاں تشریف رکھو۔
2. اس کے بعد یقیناً سر درد نہیں ہوگا۔

دروازہ بند کیجیے تو روشن دان سے منہ نکال لیتے ہیں۔ انسانی جذبات کی تو یہ کیفیت ہے۔ جسے آپ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے جذبات کو فنا کر لیا ہے' نفس کشی کر لی ہے' یہ فریبِ نفس ہے۔ جیسا میں نے کہا ہے کہ سائیکولوجی جاننے والے یہ جانتے ہیں کہ یہ ناممکن ہے کہ انسان ان کو مٹا دے۔ ایک طرف سے آپ انہیں مٹائیں گے' آپ نے فریب کھایا' وہ دوسری طرف سے رخ نکال لیں گے۔ اور جب یہ دوسری طرف سے رخ نکالتے ہیں تو اسے Perversion (بدنہادی) کہتے ہیں۔ یاد رکھیے! یہ بدنہادی ہوتی ہے۔ یہ ساری قباحتیں اس طرح سے آتی ہیں کہ آپ کے ہاں' ان جذبات کے لیے صحیح میدان تو دیتے نہیں ہیں' ان جذبات کو دبانے کے لیے صرف وعظ نصیحت کرتے رہتے ہیں۔ یہ ساری Perversion (بدنہادی) اس سے ہوتی ہے کہ پھر آدمی نگاہیں بھر کر نہیں دیکھتا' کن اکھیوں سے دیکھتا ہے۔ اور اسی سے قوم میں منافقت آجاتی ہے۔

برادرانِ عزیز! قرآن جذبات کو دباتا نہیں ہے' ان کی تسکین کے لیے دوسرا میدان تجویز کرتا ہے۔ یہاں یہ کہا ہے کہ آگے بڑھنا ہے تو تکاثر کی طرف کیوں جاتے ہو؟ تکاثر کیوں چاہتے ہو؟ **فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ** (2:148) چلو' بڑھو' ایک دوسرے سے آگے اس بات میں بڑھو کہ تم دوسروں سے نوعِ انسانی کی ہمدردی کے لیے' نوعِ انسانی کی منفعت کے لیے' دوسروں کی غم خواری کے لیے' کتنا آگے بڑھتے ہو بڑھو۔ تم نے یہ جذبہ ہی پورا کرنا ہے۔ اس انداز میں قرآن یہ بات کہتا ہے۔ ایک دوسری جگہ کہا ہے کہ **اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ** (57:20)۔ محض اس دنیا کی زندگی کی ان چیزوں کو مقصود بالذات بنالو تو اس کا انجام ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ یہ ایسا ہی ہے جیسا کسی نے کسی تھیٹر کے کھیل کے تماشے کی زندگی کا نصب العین بنالیا ہو۔ ان کی حیثیت ٹھیک ہے کہ زینت ہوئی' یہ چیزیں وجہ جاذبیت ہوتی ہیں' یہ **تَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ** (57:20) ہیں یعنی ان سے ایک دوسرے کے مقابلے میں وجہ فخر ہوتا ہے۔ کیا آپ کو پتہ ہے کہ عربی زبان میں فخر کس کو کہتے ہیں؟ فخر کہتے ہیں کہ ''مینہہ دا ہوانہ تے ہووے ایہڈ اوڈا تے دودھ دیوے اِیناں کو جناں''[1]' عرب اس کو فخر کہتے ہیں۔ یہ بڑی عجیب چیز تھی: اندر سے ہو وہ کھوکھلا' اور باہر سے بنا ہوا ہو بہت بڑا۔

کیا بات ہے! عزیزانِ من! یہ آپ کو جتنی اضافی چیزیں دنیا کے اندر ملتی ہیں' یہ کتنے بڑے بینک بیلنسز (Balances) ہو جائیں' کتنے بڑے کارخانے کے مالک ہو جائیں' اندر کتنے ہی مکانات اور کوٹھیاں ہوں اگر یہ سب کچھ Solid (ٹھوس' مستحکم) نہیں ہے تو ساری چیز' جتنی بھی ہے' یہ تفاخر ہو گئیں۔ کہتا ہے کہ اس موٹے ہونے کے اندر دوسرے سے بڑھنا چاہتے ہو' یہ ٹھیک ہے'

---

[1] بھینس کا ''ہوانہ'' لیوا تو بڑا ہو مگر دودھ تھوڑا اسا دے۔ (''ہوانہ'' وہ مقام جہاں سے گائے' بھینس' بکری وغیرہ کے پستان (تھن) نکلتے ہیں)۔

بڑھتے چلے جاؤ۔ سوال تو یہ ہے کہ اندر Solid (ٹھوس' مستحکم) کتنا ہے؟ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ (57:20)۔ یہاں پھر وہی تکاثر کا لفظ آ گیا۔ یہ ایک دوسرے سے بڑھنے کی چیز ہے۔ کہتا ہے کہ یہ جو چیز ہے مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (57:20) یہ ساری چیزیں جتنی بھی ہیں' اگر انہیں مقصود بالذات بنالو گے تو یہ ایک قسم کے فریب کی' ایک ایسی قوت ایسی عزت' ہوگی جو فریب کی بنیادوں کے اوپر قائم ہوگی۔ چلیے! یہاں کچھ نظر آ گیا کہ صاحب! یہاں شاید یہ رہبانیت ہے جس کی طرف لا رہا ہے۔ یہ بات نہیں ہے۔ قرآن نے خود کہا ہے کہ ہم نے تمہارے لیے ان کو وجہِ زینت بنایا ہے۔ دوسری جگہ یہ ہے کہ وہ کون ہیں جو خدا کی ان چیزوں کو جو اس نے وجہِ زینت بنائی ہیں' حرام قرار دے۔ یعنی یہ دوسری طرف ہے۔ بات یہ ہے کہ یہ مقصود بالذات نہیں ہے۔ اگلی ہی آیت میں بات صاف کر دی کہ سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ (57:21) آگے بڑھنا ہے تو خدا کی حفاظت کے اندر اس جنت کی طرف آگے بڑھو۔

عزیزانِ من! سنیے اور وجد میں آ جایئے کہ کیا کہہ گیا ہے قرآن! تکاثر کے لیۓ تفاخر کے لیۓ' مسابقت کے لیۓ' ایک میدان کی ضرورت ہوتی ہے' ایک ریس کورس ہوتا ہے جس میں آپ آگے بڑھتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ اس آگے بڑھنے کے لیے اور کچھ نہیں تو قبر تو ایک حد ہے' اس کی وسعت تو پھر بھی محدود ہے۔ کہتا ہے کہ آؤ تمہیں میں بتاؤں ایک ایسا میدان جس کی کیفیت کیا ہے؟ عزیزانِ من! دیکھیے کہاں یہ لفظ آئے ہیں؟ آگے بڑھنا ہے تو جنت کی زندگی کی طرف آگے بڑھو۔ ذہن میں آیا کہ وہ بھی تو وہاں پہنچے کوئی مقام ہے تو وہ بھی تو پھر محدود ہوگئی۔ سنیے صاحب! کہا کہ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (57:21) اس کی وسعتیں اس ساری کائنات کو اپنے اندر لیے ہوئے ہیں۔ ہر میدان محدود رہے گا جس میں تم جانا چاہو۔ ہم ایسا میدان بتاتے ہیں' چلو اس کے اندر' دوڑو' نکلو ایک دوسرے سے آگے۔ اور یہ نہیں ہوگا کہ پہنچ کر کہے کہ صاحب! اس کے بعد تو آگے میدان ہی ختم ہوگیا۔ یہ میدان وہ ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ جنت کے متعلق یہاں کیا بات کہہ گیا ہے!

تکاثر اور تفاخر میں ایک دوسرے سے بڑھنے کا جذبہ تھا۔ یہ بھی نہیں ہے کہ یہاں پہنچ کر آگے کہیں جا کر یہ حد ختم ہو جائے گی۔ یہ وہ جنت ہے' جس کی وسعتیں ارض اور سما کے اوپر چھائی ہوئی ہیں۔ آگے بڑھنا ہے تو اس میں آ کر آگے بڑھو۔ دوسری جگہ (83:26) ہے جنت کی تفصیلات جزئیات اوپر سے چلی آ رہی ہیں۔ اور یہ سارا کچھ کہنے کے لیے کہا ہے کہ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا عِلِّيُّوْنَ (83:19) جن کے بلند مدارج ہیں' جو اوپر کی طرف چڑھنے والے ہیں' تمہیں کیا پتہ ہے کہ وہ کہاں پہنچنے والے ہیں! کیا چیزیں حاصل ہونگی! کہا کہ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ (83:26) جو اپنے ان جذبات کی تسکین چاہتے ہیں کہ ہم دوسروں سے آگے بڑھیں تو وہ اس میدان کے اندر آگے بڑھنے کے لیے اپنے جذبات کی تسکین کریں۔ انہیں کہا ہے کہ اگر تم نے آگے بڑھنا

ہے تو یہاں آگے بڑھو اور یوں اپنے ان جذبات کی تسکین کا سامان فراہم کرو۔

قدرت کی طرف سے انسانی جذبات ایک بہت بڑی نعمت ہیں' اِن کو تباہ کیا ہی نہیں جا سکتا

عزیزانِ من! قرآن جذبات کشی نہیں سکھاتا' وہ ان کو دباتا نہیں ہے۔ جذبات کشی کے معنی تو ان کے ہاں یہ ہونگے عزیزانِ من! کہ جسے یہ مغزِ دین کہتے ہیں کہ انہیں ہی دباؤ' فنا کردو' نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ یہ جذبات تو خدا نے پیدا کیے ہیں۔ وہ پیدا کرتا ہے۔ ہر نیا بچہ جو وہ دنیا میں بھیجتا ہے' اس کے سینے میں جذبات پیدا کرتا ہے۔ اور آپ ان کو ذبح کرنے کے لیے لگے ہوئے ہیں کہ تُو یہ کچھ کرتا چلا جا' ہم یہ کرتے چلے جائیں گے یعنی تُو پیدا کیے چلے جا' ہم انہیں مارتے چلے جائیں گے:

اِدھر آ پیارے ہنر آزمائیں
تُو تیر آزما' ہم جگر آزمائیں

چل کتھے چلنا ایں' چلو تو کہاں تک چلنا ہے۔

خدا جذبات پیدا کرتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ خدا نے انسان کے اندر وہ چیزیں پیدا کی ہیں جو درحقیقت فنا کر دینے کے قابل تھیں (معاذ اللہ) می نہ سزد خدائے را۔ یعنی کسی Creator (خالق) کی Creation (مخلوق) کو ایسا قرار دینا کہ جتنی جلدی ہو سکے اس کو فنا کردو اور اس کے بعد کہنا کہ ہم اس Creator (خالق) کی حمد و ثنا کر رہے ہیں' ہم اس کے مقرب بن رہے ہیں۔ فنا کرنا تو ایک طرف رہا' کسی مصور کی تصویر کے متعلق اسے کہہ دیجیے کہ یہ کیا بنایا ہے تم نے؟ پھر دیکھیے آپ اس کے کتنے مقرب بنتے ہیں؟ چہ جائیکہ اس کی تصویر کو لے کر آپ پھاڑ کر چولہے میں جلا دیں اور اس کے بعد یہ کہیں کہ ایسا کرنے سے ہم نے اس مصور کا بہت قرب حاصل کر لیا ہے۔ عزیزانِ من! یہ بڑا غلط خیال ہے کہ خدا نے انسان کے سینے کے اندر وہ جذبات پیدا کیے ہیں جن کا فنا کرنا مقصودِ زندگی ہے۔ یہ تو خدا کے خلاف اندا ہے' خدا کو چیلنج دینے والی بات ہے' یہ تو اس کی Creation (تخلیق) کو اس طرح نفرت کی نگاہ سے دیکھنا ہے' خدا کو' خدا کی Creation (تخلیق) سے Condemn (موردِ الزام) کرنا ہے' یہ غلط ہے۔

قدرت کی طرف سے عطا کردہ کوئی قوت شر پیدا نہیں کرتی: بات ان کے صحیح استعمال کی ہے

یہ تمام کی تمام چیزیں' جتنی بھی ہیں جتنی بھی خدا نے انسان کے اندر صلاحیتیں جذبات دیئے ہیں' یہ قوتیں ہیں جو اس نے عطا کی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ہم ان کو استعمال کس طرح سے کرتے ہیں؟ یہ ان جذبات کا استعمال ہے جو ان کو خیر اور شر بنا دیتا ہے۔ فی ذاتہٖ کوئی جذبہ' کوئی قوت' کوئی صلاحیت' نہ خیر ہوتی ہے نہ شر ہوتی ہے۔ ان کو خدا کے قوانین کے مطابق استعمال کیجیے تو یہی خیر ہے' اس کی خلاف ورزی کیجیے تو یہی شر ہے۔ تلوار کو ظالم کا ہاتھ روکنے کے لیے استعمال کیجیے تو یہ عینِ جہاد ہے' اسے مظلوم کے سینے میں گھونپ دیجیے تو یہ

سب سے بڑا ظلم ہے۔ تلوار بھی وہی ہے آپ کا ہاتھ بھی وہی ہے۔ قرآن تلوار کو ٹکڑے نہیں کرتا وہ تلوار کے استعمال کے قاعدے اور قانون بتاتا ہے۔ اس لیے یہ کہا کہ **اَیۡنَ مَا تَکُوۡنُوۡا یَاۡتِ بِکُمُ اللّٰہُ جَمِیۡعًا** (2:148) یونہی قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کے بعد مطمئن نہ ہو جاؤ کہ فریضۂ خداوندی ادا ہو گیا۔ یہ جو کام ہیں، یہ جو نظام ہے جس میں بھلائیاں ہیں، ان میں اختیارات کی وسعتیں زیادہ سے زیادہ ہوتی چلی جاتی ہے۔ اس میدان کے اندر آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ **اَیۡنَ مَا تَکُوۡنُوۡا یَاۡتِ بِکُمُ اللّٰہُ جَمِیۡعًا اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ** (2:148) اگر یہ نصب العین اپنے سامنے رکھ لو گے، دنیا میں جہاں کہیں تمہارا جی چاہے جاؤ، تمہاری جمعیت قائم ہوگی، مرکزیت قائم ہوگی، تم ایک امت بن کر رہو گے۔ اور پھر وہی بات ہے کہ ہم نے جو یہ چیز کہہ دی ہے کہ ہر ایک کا اپنا اپنا قبلہ ہے، اس کے اس قبلے کی اہمیت تمہارے دماغ سے نہ نکلے۔

انسان کا قبلہ، نصب العین اور مرکزِ نگاہ قرآن حکیم متعین کرتا ہے

عزیزانِ من! قرآن کیا عجیب چیز کہہ رہا ہے! کہا ہے کہ **وَ مِنۡ حَیۡثُ خَرَجۡتَ فَوَلِّ وَجۡہَکَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ** (2:149)۔ یہ پھر وہی بات ہے کہ پھر اس کو بھی یاد رکھ لینا، کہیں یہ نہ سمجھنا لینا جو ہم نے یہ کہا ہے کہ ہر ایک کا ایک قبلہ ہوتا ہے، تم کہو کہ پھر کیا بات ہے؟ اِدھر نہ سہی، اُدھر سہی۔ تصوف آپ کو یہی سکھاتا ہے:

گنگا ایک گھاٹ بہتیرے

کہت کبیر عقل کے پھیرے

یہ گنگا ہے صاحب! یہاں رام بھی وہی ہے رحیم بھی وہی ہے۔ مسجد میں بھی تُو ہے، مندر میں بھی تُو ہے۔ یہاں (2:149) میں کہا ہے کہ کہیں یہاں نہ پہنچ جانا۔ یہ جو ہم نے کہہ دیا کہ ہر ایک نے اپنا اپنا قبلہ مقرر کیا ہوا ہے، اس کی کچھ اہمیت نہیں، کہیں یہاں نہ پہنچ جانا۔ اگر ایک نظام کے تحت ایک امت کی حیثیت سے زندہ رہنا ہے تو تمہارا ایک قبلہ، ایک مرکزِ نگاہ، ایک نصب العین حیات ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ **وَ مِنۡ حَیۡثُ خَرَجۡتَ فَوَلِّ وَجۡہَکَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ وَ اِنَّہٗ لَلۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکَ** (2:149)۔ الحق، یعنی حقیقتِ کبریٰ یہی ہے جو ہم تمہیں بتا رہے ہیں۔ یاد رکھو! **وَ مَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ** (2:149) خدا تمہارے اعمال سے بالکل واقف ہے۔ **وَ مِنۡ حَیۡثُ خَرَجۡتَ فَوَلِّ وَجۡہَکَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ** (2:150)۔ یہ پھر وہی چیز ہے کہ **وحیث ما کنتم** (2:150)۔ دیکھیے، بار بار یہ ہے۔ پہلے ایک امام کو، رسول کو، حکم دیتا ہے، اس کے ساتھ ہی پھر پوری جماعت کو حکم دیتا ہے۔ اور جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ یہ اس لیے ہے کہ اگر یہ نظام صرف نبی اکرم ﷺ کی ذات تک محدود ہوتا تو پھر ٹھیک ہے، یہ صیغے واحد متکلم کے ہونے چاہئیں کہ اے رسول! تیرے لیے یہ چیز ہے، تیرے لیے یہ چیز ہے۔

شخصیتوں سے وابستہ نظام کو دوام حاصل نہیں ہوسکتا

عزیزانِ من! یہاں قرآن نے واحد متکلم کہا ہے اور پھر اس کے بعد فوراً جمع کے صیغے لے آیا ہے کہ پوری قوم کے لیے پوری امت کے لیے یہ چیز ہے۔ اور اس کی وضاحت قرآن نے یہ کہہ کر کر دی کہ **وما محمد الا رسول** (3:144) محمدؐ بجز این نیست کہ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ ٹھیک ہے نبی اکرمﷺ کی زندگی میں اس نظام کی مرکزی شخصیت کی حیثیت سے بھی حضورﷺ کو ایک بڑی بنیادی حیثیت حاصل تھی۔ جو نظام صرف شخصیتوں سے وابستہ ہوتے ہیں وہ شخصیتوں کی زندگی تک رہتے ہیں۔ مذہب کی دنیا میں اہمیت شخصیت کو ہوتی ہے ان کے ہاں آئیڈیالوجی نہیں ہوتی لیکن جو نظام ہے اس میں شخصیت کی اہمیت اتنی ہی ہوتی ہے کہ اتنے وقت کے لیے وہ آپ کا سربراہ یا مرکز ہوتا ہے۔ اشخاص آتے رہیں اشخاص جاتے رہیں نظام یعنی آپ کی آئیڈیالوجی اگر قائم ہے تو وہ اسی طرح سے آپ کا نظام اور سلسلہ آگے چلا جاتا رہے گا۔ یہ کہا کہ اس نظام کے متعلق یہ نہ کہنا کہ یہ نظام صرف محمدﷺ کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔ **وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ** (3:144) محمدﷺ کی حیثیت اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ وہ خدا کا ایک پیغامبر ہے۔ پیغام اگر دے گیا ہے تو پیغام لانے والا نہ بھی درمیان میں رہے تو کچھ نہیں بگڑتا۔ وہ بھی تو پیغام دینے کے لیے ہی آیا تھا۔ **وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ** (3:144) اس سے پہلے بھی پیغامبر آتے رہے پیغام پہنچاتے رہے نظام قائم کرتے رہے پھر چلے جاتے رہے اور **اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِكُمْ** (3:144) اگر کل کو یہ مر جائے یا قتل کر دیا جائے تو تم یہ سمجھ کر کہ صاحب! جس شخصیت کے سہارے یہ نظام قائم تھا وہ تو اب نہیں رہی اس لیے چلو اپنی اسی پہلی انارکی کی حیثیت کے اوپر جو پہلے ہماری زندگی تھی تو کیا تم یہ کرو گے؟ اور سنو! کہ **وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا** (3:144) جو یہ کرے گا اور یہ سمجھے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا خدا کا اس میں کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ **وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ** (3:144) اور جو اس کے مطابق چلتے رہیں گے ان کے اعمال کے نتائج سامنے آتے جائیں گے۔ برادرانِ عزیز! یہ ایک دوسری بات ہے۔

آخر قبلے کی اس قدر اہمیت کیوں؟

میں کہہ یہ رہا تھا کہ نظام کے متعلق قرآنِ کریم نے یہ بتا دیا کہ یہ آئیڈیالوجی کی بنیادوں کے اوپر اس پیغام کے اوپر ہے جو خدا نے رسول کی وساطت سے بھیجا تھا۔ رسول کی ذات کے ساتھ یہ نہیں ہے کہ وہاں تک رہے اور رسول درمیان میں نہ رہے تو آپ کا نظام ختم ہو جائے۔ اس لیے جہاں پہلے **خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ** (2:149,150) واحد کے صیغے آئے ہیں ساتھ ہی کہا ہے کہ **وَ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ** (2:150)۔ اب یہاں قرآن دو الفاظ لایا ہے جس سے یہ پتہ چلا کہ پھر قبلے کو اتنی اہمیت کیوں دی گئی ہے۔ کہا کہ **لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ** (2:150) یاد رکھو! اگر تم نے قبلے کی اہمیت کو سمجھ لیا ہے اگر تم نے اسے یہ

پوزیشن دے دی ہے تو پھر یاد رکھو! دنیا میں کسی شخص کو تمہارے خلاف کوئی اعتراض کرنے کی گنجائش باقی نہیں رہے گی۔

صدیوں سے ملتِ اسلامیہ کی زبوں حالی کا سبب

عزیزانِ من! آج بھی قبلہ' قبلہ ہی ہے ہمارا۔ مراکش سے لے کے انڈونیشیا تک ایک بحرِ ذخار ہے' ایسا جغرافیائی بیلٹ ہے جو دنیا میں کسی قوم کو نصیب نہیں ہے۔ یہ جغرافیائی پوزیشن بھی کسی قوم کے حصے میں نہیں آئی۔ اور پھر یہ کہ یہاں سے لے کر وہاں تک ہر مسلمان قبلے ہی کی طرف رخ کر رہا ہے۔ اگر مقصود صرف نماز میں قبلے کی طرف منہ کرنا ہوتا تو وہ فریضہ تو ہم پورا کر رہے ہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا' جو ہم تمہیں کہہ رہے ہیں' کہ دنیا میں کسی شخص کو تمہارے خلاف کوئی اعتراض کرنے کی گنجائش باقی نہیں رہے گی۔ ایسی قوم ایسا نظام ہے کہ کسی کو اعتراض کی گنجائش ہی نہ رہے۔ اور وہی قوم ہے' وہی ان کا قبلہ ہے' اسی طرف ہم رخ کر رہے ہیں مگر صد افسوس کہ کیفیت یہ ہے کہ

سینہ تمام داغ داغ پنبہ کجا کجا نہم

کوئی شعبہ اور گوشہ ایسا نہیں ہے جس کے اوپر اعتراض نہ کیا جا سکے۔ غیر تو ایک طرف رہے' صبح سے شام تک دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں تو مرثیہ پڑھتے ہیں۔ غیروں کے لیے مقامِ تنقید یا اعتراض کی گنجائش تو میں نے کہا ایک طرف رہی' ہماری اپنوں کی' یہ کیفیت ہے کہ صبح سے شام تک تنقید اور اعتراض سے' ہمیں فرصت نہیں ملتی۔ بات واضح ہوگئی کہ مقصود اگر نمازوں میں ایک طرف رخ کرنا ہوتا اور بس تو یہ تو آج بھی یہ قوم کر رہی ہے' اس سے تو یہ نتیجہ نکل رہا کہ تمہارا کوئی عمل انسانوں کی نگاہوں میں قابلِ اعتراض نہ ہو۔ یہ نتیجہ تو نہیں نتیجہ نکل رہا تو پھر کیا بات ہوئی؟ معاذ اللہ کیا خدا کا وعدہ جھوٹا ہے؟ یہ تو ہو نہیں سکتا' وہ تو سچا ہے۔ تو بات یہی ہوئی جو وہ بار بار کہتا تھا کہ کہیں نماز میں اپنا اُدھر رخ کر لینا مقصود بالذات نہ سمجھ لینا۔ اسے اپنے نظام کا مرکزِ محسوس سمجھتا: ایک امت' ایک نظام اور اس کا ایک نصب العین۔ ہمارے ہاں یہ ہوا کہ اس کی جو محسوس شکل تھی' وہ تو ہم نے اسی طرح باقی رکھی مگر اس کا مقصود' اس کے جو معنی تھے' وہ ہم نے ختم کر دیئے۔

قرآن حکیم کے ایک لفظ کی روح کو مفلوج اور محدود کرنے کا نتیجہ

برادرانِ عزیز! جب دین مذہب میں تبدیل ہوتا ہے تو ہوتا ہی یہ ہے۔ دین کے تمام ارکان' اس کے اعتقادات کے الفاظ' وہ سارے اسی شکل میں باقی رہتے ہیں لیکن اس کی روح' اس کا مقصود مطلوب' نصب العین' وہ باقی نہیں رہتا' وہ بدل جاتا ہے۔ اب یہ جتنی چیزیں' اس شکل میں' آپ کے سامنے آتی ہیں' یہ جو فارم ہوتی ہیں' ان کی پرستش شروع ہو جاتی ہے' مقصود باقی نہیں رہتا۔ پھر جب اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا تو اس کے لیے یہ عقیدہ وضع کیا جاتا ہے کہ یہ دنیا دار العمل ہے' دار الجزا اگلی دنیا ہے۔ یعنی یہاں' ہمیں کرتے ہی رہنا

ہے'اس کا نتیجہ آگے چل کر نکلے گا۔ یہ بہت بڑا فریب ہے۔ آپ کسی وقت ٹیسٹ ہی نہیں کر سکتے کہ صحیح عمل ہو رہا ہے یا نہیں ہو رہا۔ اگر یہ چیز ہو کہ یہاں بھی نتیجہ نکلنا ہے اور ''بھی'' پہ میں نے زور اس لیے دیا ہے کہ یہ نہ کہہ لیجیے گا کہ وہ غلط ہے لیکن یہ کہ اس کا نتیجہ یہاں بھی نکلنا ہے۔ اگر یہ چیز ہو تو پھر ہم ہر وقت دیکھ سکتے ہیں کہ ہماری نمازیں' ہمارے روزے' ہمارے حج وہ نتائج پیدا کر رہے ہیں جو قرآن نے کہا تھا؟ اگر یہ نہیں کر رہے ہے تو پھر ہمیں کھڑے ہو کر سوچنا پڑتا تھا کہ کہیں نہ کہیں تو ہم سے غلطی ہو گئی ہے کہ وہ نتیجہ پیدا نہیں ہو رہا۔ کوئی مشین آپ چلائیں' کوئی کارخانہ آپ چلائیں' کسی قسم کی کوئی ایسی چیز کریں گے تو وہ اپنا نتیجہ آپ کے سامنے دے۔ وہ اگر چل رہی ہو' نتیجہ نہ نکل رہا ہو تو آپ اس کو کبھی اسی طرح نہیں چلاتے رہتے۔ کھڑے ہو کر سوچتے ہیں کہ بھئی! اس میں کہیں کوئی نقص آ گیا ہے' کہیں کوئی بنیادی غلطی ہے۔ یہ سارا کچھ' یہ حرکت تو اسی قسم کی ہو رہی ہے مثلاً کولر چل رہا ہے' کمرہ ٹھنڈا نہیں ہو رہا۔ پھر کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ اس کے بعد آپ صبح اٹھیں اور کولر چلاتے چلے جائیں۔ ''اے ٹھنڈا نئیں ہوندا' کولر تے چلدا اے نا پیا؟ اوئے ٹھنڈک نئیں پہنچدی۔ مرن دے بعد تینوں ٹھنڈ پہنچے گی۔ کولر ایتھے چلدا اے ٹھنڈ اوتھے پہنچے گی۔ اور اوہدے متعلق سیدھی جئی گل کہ آ جگ مٹھا اوکن ڈٹھا[1]''

دین جب بھی مذہب میں بدلتا جائے تو اس کا پھر یہی نتیجہ نکلتا ہے

نہیں' میرے عزیزو! دین میں یہ نہیں ہوتا' مذہب میں یہ فریب ہوتا ہے۔ دین اپنے Pragmatic Test (استنتاجی امتحان) کے یہاں نتائج مرتب کرتا ہے۔ دیکھتے ہیں تعینِ قبلہ کا نتیجہ! **لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ** (2:150)۔ عزیزانِ من! یہ بڑی عظیم چیز ہے کہ ایسی قوم ہو جس کے کسی عمل کے خلاف کسی کو اعتراض کی گنجائش نہ ہو۔ اور یہی قوم تھی جس کو یہ حق تھا کہ **لِّتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ** (2:143) تم نوعِ انسانی کے تمام اعمال کی نگرانی کر سکو۔ نگرانِ اعمال وہی ہو سکتا ہے جس کے اپنے عمل کے اندر اعتراض کی کوئی گنجائش نہ ہو۔ جس کے اپنے عمل میں اعتراض و تنقید کی گنجائش ہے' وہ دوسرے کے اعمال کی نگرانی کیا کرے گا۔ غیر تو ایک طرف رہے' باپ بیٹے کے اعمال کی نگرانی نہیں کرتا اگر اس کے عمل کے اندر نقص موجود ہو۔ اس نظام کا نتیجہ یہ ہونا تھا کہ **لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ** (2:150)۔ یہ بڑی عظیم چیز ہے۔ جنہوں نے اسے قبلہ بنایا تھا' جنہوں نے اسے اس نظام کا مرکز قائم کیا تھا' آج بھی ہم سے نہیں غیروں کے ہاں جو اس دور کی تاریخ موجود ہے' اس میں آپ دیکھ لیجیے گا کہ ان کی کسی روش

---

[1] یہ کمرہ ٹھنڈا نہیں ہوتا' کیا کولر تو چل رہا ہے؟ ارے بھائی! ٹھنڈک نہیں پہنچ رہی۔ مرنے کے بعد تجھے ٹھنڈک پہنچے گی۔ کولر یہاں چل رہا ہے' ٹھنڈک اس جہاں میں پہنچے گی۔ اس کے متعلق تو سیدھی سی بات ہے کہ یہ دنیا بڑی پر لطف ہے' وہ کس نے دیکھی!

کے اوپر کہیں انگلی رکھنے کی بھی گنجائش نہیں ہے۔ اور پھر انہیں یہ حق حاصل تھا کہ وہ پھر ایران کے کسریٰ کو بھی لکھتے اور بازنطین کے قیصر کو بھی یہ لکھتے کہ یاد رکھ کسریٰ! تیرے کسانوں کے اوپر جو زمینداروں کی طرف سے ظلم ہو رہا ہے اگر تم نے اس کو نہ روکا تو اس جرم کی سزا تجھے بھگتنی پڑے گی۔ وہ مقابل میں یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ میرے ہاں کے کسانوں سے ہمدردی کرنے والو! اپنے ہاں کے کسانوں کو تو دیکھو تمہارے ہاں کیا ہو گیا ہے؟ پہلے انہوں نے ان کسانوں سے ہمدردی کر کے ان کے دکھوں کو مٹایا تھا' پھر ان سے یہ بات کہی تھی۔ **لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ** (2:150) تاکہ دنیا میں کسی کو گنجائش نہ ہو تمہارے خلاف اعتراض کرنے کی۔

کاش ہماری نگاہِ بصیرت قرآن حکیم کے عطا کردہ نور سے منور ہو چکی ہوتی

عزیزانِ من! یہ ہے تعینِ قبلہ! کہتا ہے یہ الگ بات ہے کہ **اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ** (2:150) جو اپنی روش ہی ظلم کی اختیار کریں' وہ تو ٹھیک ہے' کہہ سکیں گے کہ صاحب! یہ کیا بات ہوئی کہ دوسروں کی خاطر سب کچھ کرتے چلے جاؤ اور یہ کرتے چلے جاؤ۔ کہنے لگے کہ یہ ان کی بات نہیں ہے۔ کیا بات ہے قرآن کی! یہاں استثنا کیسے کیا ہے ورنہ یہ ہوسکتا تھا کہ صاحب! دیکھیے! وہ اعتراض کرتے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ جو Capitalistic System (نظامِ سرمایہ داری) والا ہے' وہ آپ کے اس سسٹم پر اعتراض کرے گا جس میں آپ کہتے ہیں کہ ہر ایک کی ضروریات پوری ہونی چاہئیں۔ فیوڈل سسٹم والا' جاگیرداری و زمینداری نظام والا' اس پر تنقید کرے گا' اعتراض کرے گا' مخالفت کرے گا کہ تم ان زمینوں کو کس طرح سے عوام کے اندر بانٹتے چلے جاتے ہو۔ کہا کہ **اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ** (2:150) وہ ظلم کرنے والے اعتراض کریں گے۔ عزیزانِ من! جس نظام پہ ظلم کرنے والا اعتراض کرے آپ سمجھ لیجیے کہ وہ نظام کتنا مبنی بر عدل اور انصاف ہوسکتا ہے؟ سوال یہ پیدا ہوا کہ صاحب! جب یہ ظلم کرنے والے مخالفت کریں گے' یہ اعتراض کریں گے تو ان کا تو بڑا ہجوم ہے' دنیا میں انہی لوگوں کی اکثریت ہے یہ تو بڑے ڈر کی بات ہے۔ اس پہ کہا کہ **فَلَا تَخْشَوْهُمْ** (2:150) ان سے قطعاً ڈرنے کی بات نہیں ہے۔ جس جتھے کی' جس گروہ کی' جس قوت کی بنیاد ظلم پر ہے' عدل اور انصاف کرنے والا بھلا ان سے کیوں ڈرے؟

یہ بڑی عجیب چیز کہی ہے صاحب! کہ انصاف کرنے والے کو ان سے ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ اور یہ بھی نہیں ہے کہ پھر کسی چیز کا بھی خوف نہ رہے۔ کہا کہ **وَاخْشَوْنِيْ** (2:150) صرف اس سے ڈرو کہ تم سے میرے قوانین کی کہیں خلاف ورزی نہ ہو جائے۔ ڈرو اس سے کہ تم بے انصافی نہ کرو۔ انصاف کرتے ہوئے بے انصافوں سے ڈرنے کی بات ہی کچھ نہیں ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ ہر نماز میں دعائیں مانگتے ہو کہ **اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ** (2:5-6) اس متوازن راستے کی طرف رہنمائی عطا فرما جن پہ تم نے نعمتیں فرمائیں۔ کہا کہ یہ کچھ کرو جو میں کہتا ہوں تو **وَلِاُتِمَّ**

نِعْمَتِیْ عَلَیْکُمْ (2:150) اس طرح سے اتمامِ نعمت ہو جائے گا' ساری آسائشیں اور نعمتیں تمہیں مل جائیں گی۔ وَ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ (2:150) یہ کرو گے تو پھر تم ہدایت کے راستے پر ہو گے' یاد رکھو! اب دیکھ لیا وہ جو دعا مانگی جاتی ہے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ (2:5) کی۔ وہ یہ نہیں ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر وہ دعا مانگ لی اور اس کے بعد سمجھ لیا کہ ہم صحیح راستے پر ہیں۔

عزیزانِ من! صحیح راستہ تو وہ ہوتا ہے جو منزل تک پہنچائے۔ اور جو منزل ہی آپ کے سامنے نہ ہو تو آپ کیا کہہ سکتے ہیں کہ راستہ صحیح ہے یا غلط ہے؟ اس کے لیے ایک امت' ایک نظام کا یہ عملی پروگرام دیا۔ نظام وہ ہے جس میں خدا کے قوانین کے توڑنے سے کچھ ڈر پیدا ہو۔ عدل و انصاف پر مبنی اس قسم کا نظام ہے کہ جس میں سوائے ظالمین کے کسی شخص کو اعتراض کی گنجائش نہ ہو۔ کہا کہ یہ کرو گے تو پھر سمجھا جائے گا کہ تم صراطِ مستقیم پہ جا رہے ہو۔ یہ ہے وہ صراطِ مستقیم جس کی دعا مانگتے ہو۔

وحی کا علم مادّیت کے علم کے برابر نہیں ہو سکتا

عزیزانِ من! یہ ہے وہ مقصد جس کے لیے کہا کہ کَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْکُمْ رَسُوْلًا مِّنْکُمْ یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِنَا وَ یُزَکِّیْکُمْ وَ یُعَلِّمُکُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَةَ وَ یُعَلِّمُکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (2:151) جس کے لیے ہم نے تمہارے پاس رسول بھیجا ہے۔ وہ تمہیں قانونِ خداوندی کی تعلیم دیتا ہے' تمہیں یہ بتاتا ہے کہ ان قوانین کے اتباع سے نتائج کیا نکلیں گے۔ حکمت کے یہ معنی The Why of it ہوتے ہیں کہ ایسا کیوں کیا جائے۔ اور یہ ایک لفظ نے بتا دیا۔ آگے کہا کہ یُزَکِّیْکُمْ (2:151) تمہاری تمام کی نشوونما کا سامان بہم پہنچاتا ہے' تمہیں یہ علم دیتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ تمہیں کن چیزوں کا علم دیتا ہے؟ علم تو رسول کے بغیر بھی دنیا حاصل کر رہی ہے یہ علم Scientific Discoveries (سائنسی انکشافات) ہیں' عام علومِ انسانی کے لیے تو وحی کی ضرورت نہیں ہے' اس کے لیے تو کسی رسول کی ضرورت نہیں ہے۔ کہا کہ اس کے علاوہ ایسی بھی چیزیں ہو سکتی ہیں جن کا علم انسان اس طرح سے حاصل نہ کر سکے۔ وحی کے ذریعے سے وہ چیزیں دیتا ہے کہ یُعَلِّمُکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (2:151) جن کا علم یوں حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ یعنی یہ مستقل اقدار ہیں جنہیں آپ Values کہتے ہیں جنہیں آپ کہتے ہیں کہ ان کا تعلق انسان کی ذات سے ہے' اس کی نشوونما سے ہے۔ کہا کہ تم یہ چیزیں یوں نہیں معلوم کر سکتے تھے' اس مقصد کے لیے رسول تمہارے پاس آیا ہے۔

قرآن حکیم کی پوری تعلیم ''ذکر'' کے لفظ میں سمٹا دی گئی ہے جس کو تصوف نے بدل کر رکھ دیا

عزیزانِ من! اس کے بعد آخر میں قرآن ایک بڑی چیز کہہ گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ

تفصیلِ معنیٔ غمِ الفت طویل ہے
اور ویسے تو خفیف سا اک دل میں درد ہے

ان ہجر کے ماروں کا اتنا سا فسانہ ہے

سمٹے تو مرا دل ہے پھیلے تو زمانہ ہے

''سمٹے تو میرا دل ہے' پھیلے تو زمانہ ہے''۔ پھیلایا جائے تو پورا قرآن ہے' سمٹایا جائے تو دو الفاظ ہیں۔ اور وہ الفاظ کیا ہیں؟ کہا کہ **فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ** (2:152)۔ اس کا ترجمہ کیا جاتا ہے کہ تم میرا ذکر کرو' میں تمہارا ذکر کروں گا۔ ''پھر اور ذکر کیا ہے؟ یہی ھوحق ھوحق'' حجروں کے اندر سارے اکٹھے ہوئے ہیں اور اس کے بعد پھر قلب پر جو ضربیں لگ رہی ہیں۔ میں اس پہ یوں تنقید نہیں کرتا۔ میں کہتا ہوں کہ قرآن کے ان الفاظ کو سامنے رکھیے۔ کہا ہے کہ **فَاذْكُرُوْنِيْٓ** (2:152) تم میرا ذکر کرو۔ ان کے ہاں وہ یہ ہوا کہ بیٹھو اور قلب پہ ضربیں لگاؤ اور ھو اور ھو کرو۔ آگے ہے کہ **اَذْكُرْكُمْ** (2:152) میں تمہارا ذکر کرونگا ''یعنی اتھے ھوحق اے کرے گا او تھے ھو حق او کرن ڈیا ہے ❶''۔

برادرانِ عزیز! یہ لفظ وہی ہے' اس میں تو ہنسی کی بات نہیں ہے' میں تو قرآن کے الفاظ کہہ رہا ہوں۔ کیا کبھی ہم نے کھڑے ہو کر سوچا ہے کہ ہم یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ **فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ** (2:152) انہی لفظوں میں کہا ہے' وہیں کہا ہے۔ ذکر اگر یہ ہے' تو پھر تو دوسرے لفظوں میں خدا نے کہا ہے کہ میں یہ کرونگا۔ اگر یہ ذکر ہے تو وہ تمہارا ذکر کر رہا ہوگا۔ کیا یہی چیز ہوسکتی ہے؟ مصیبت یہ ہے کہ عربی کے یہ الفاظ تھے' قرآن کی یہ اصطلاحیں تھیں' ہم نے ان کا مفہوم اپنی زبان میں لے لیا۔ ہم نے تصوف میں آ کر ذکر کا ایک مفہوم وضع کیا' اب قرآن میں جہاں ذکر آتا ہے اس کا ترجمہ ہم نے اس کی رو سے کیا' قرآن کی رو سے نہیں کیا تو اس تصوف نے اس کے معنی و مفہوم کو بدل کر رکھ دیا۔

عربی زبان کے تحت ذکر کا مفہوم ''خدا کے دیئے گئے نظامِ زندگی کو بلند کرنا ہے''

عزیزانِ من! عربی زبان کی رو سے' عربوں کے محاورے کی رو سے' قرآن میں استعمال کی رو سے' ذکر کے معنی ''شرفِ انسانیت'' ہے۔ اب خدا کا شرف بلند کرنا' یا جسے خدا نے **فَكَبِّرْ** کہا ہے' جسے کہتے ہیں کہ میری بڑائی کرو' (معاذ اللہ) خدا تو شرف کے بلند تریں مقام پہ ہے' ساری دنیا کا شرف اسے حاصل ہے۔ جسے آپ بڑائی کہتے ہیں ساری کبریائی اس کے لیے ہے۔ وہ یہ کیا کہتا ہے کہ میری بڑائی اور بلندی کرو؟ یہ کیا چیز ہے؟ یہ کیا اعلان ہے جسے آپ اللہ اکبر کہتے ہیں؟ وہ یہ ہے کہ خدا کے نظام کو دنیا کے اندر غالب اور بڑا کرو۔ یہ ہے **فَاذْكُرُوْنِيْٓ** (2:152) اس نظام کو وجۂ شرفِ انسانیت بناؤ۔

---

❶ یعنی یہاں اس دنیا میں ''ھوحق'' یہ کرے گا اور وہاں وہ کر رہا ہے۔

اب مذہب میں تو یہ ہوتا ہے کہ ہم خدا کے یہ جو حقوق ہیں' وہ پورا کرتے چلے جاتے ہیں' اس سے ہمیں کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ یعنی نماز پڑھی' یہ کیا ہے جی؟ یہ حقوق اللہ ہیں۔ گویا کچھ خدا کے بھی حقوق ہیں۔ یہ کر دیا' جیسے کسی افسر کا ایک حکم آئے' ہمارا اس سے کوئی تعلق نہ ہو اور ہم اس کو سر انجام دیں۔ وہ ہمیں کہے کہ یہ چٹھی فلاں تک پہنچا دو' ہمیں کچھ پتہ نہیں کہ چٹھی میں کیا لکھا ہے' کیوں پہنچائی گئی ہے' مقصد کیا تھا؟ یہ تعمیل ہوئی۔ ہم تو احکام کی یوں تعمیل کر رہے ہیں۔ اسی طرح سے اگر یہ ہو کہ ہمارے نظام کو یہاں کبریائی اور شرف کا موجب بنا' تا کہ دنیا کی نگاہیں اس کے احترام کے اندر جھک جائیں تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ یہ کہ **واذکرکم** (2:152) تمہارا شرف بلند ہو جائے گا۔ ''اے کوئی ساہڈا کام نہیں جیہڑا تسی کرن ڈیے ہو ❶'' یہ تمہارے اپنے شرف کے بلند کرنے کا ذریعہ ہے۔ یہ ہے **فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ** (2:152)۔

عزیزانِ من! یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ (معاذ اللہ معاذ اللہ) قرآن کو ہاتھ میں لے کر اپنی طرف سے کچھ کہنا تو شرک ہے۔ کہنے کی بات یہ ہے کہ عربی زبان کا قرآن ہے' عربی زبان میں اس چیز کی سند ہونی چاہیے جو میں کہتا ہوں۔ میرا ''لغات القرآن'' اٹھا کر دیکھیے' عربی زبان کے جو مستند لغت ہیں' جو محاورۂ عرب ہے' اس کی سندیں دے کر میں نے وہاں بتایا ہے کہ ذکر کے معنی عربوں کے ہاں ''شرف' احترام' مجد'' ہوتا ہے۔ اور دوسری اس کی سند یہ ہے کہ قرآن کے اندر یہ چیز کیسے دی گئی ہے' کیسے اس کا استعمال ہوا ہے؟ خود قرآنِ کریم کے متعلق ہے کہ **لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا** (21:10) ہم نے تمہاری طرف یہ ایک کتاب نازل کی ہے۔ **فِيْهِ ذِكْرُكُمْ** (21:10) یہ ہمارا نہیں' اس میں یہ تمہارے ہی ''شرف'' کا راز پوشیدہ ہے۔ **اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ** (21:10) ''او تہاڈی مت ماری گئی ذرا سمجھ دے نال کم لو ❷''۔ یہ تو تمہارا ہی شرف ہے جس کے لیے ہم نے دیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ سے کہا گیا کہ **وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ** (43:44) اس قرآن کے اندر' اے رسول! تیرا ''ذکر'' ہے اور تیری قوم ''کا'' ذکر ہے۔ تیرے لیے' تیری قوم کے لیے' اس کے اندر ''شرف'' پوشیدہ ہے' عزت احترام کی چیزیں پوشیدہ ہیں' تیرے لیے بھی اور یہ قوم جو تیرا اتباع کرے گی' ان کے لیے بھی۔ کہتا ہے کہ **اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً** (21:24) یہ ایک خدا کے سامنے جھکنے کی بجائے اپنے ہاتھوں کے بنائے ہوئے خدا' اپنے ذہنوں کے تراشیدہ معبود کے سامنے جھکتے ہیں۔

اب آپ دیکھ لیجیے کہ شرفِ انسانیت کو کہاں ٹھیس لگ رہی ہے؟ اور کیا چیز ہے جو قرآن شرفِ انسانیت بتا رہا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ یہ یاد رکھو! یہ لوگ اس ایک آستاں کو چھوڑ کر دنیا میں اور انسانوں کے آستانوں پر جھکتے چلے جاتے ہیں۔ **قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ** (21:24) کہتا ہے کہ اس کے لیے کوئی دلیل لاؤ کہ کیا یہ کسی انسان کے لیے وجۂ شرف ہے کہ وہ دوسرے انسان کے سامنے جھکے؟ یا اپنے ہاتھوں

---

❶ یہ کوئی ہمارا کام نہیں ہے جو تم کر رہے ہو۔ (یہ تمہارا اپنا ہی ہے)۔

❷ ارے بھئی! تمہاری مت ماری گئی ہے ذرا سمجھ بوجھ سے کام لو۔

سے بنائی ہوئی مورتیوں کے سامنے جھکے؟ یا فطرت کی قوتوں میں سے کسی قوت کے سامنے جھکے' اسے دیوی دیوتا بنائے۔ **لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ** (21:22) کائنات میں اقتدارِ اعلیٰ صرف خدا کے لیے ہے۔ اگر اس کے سوا کسی دوسرے کا ہوتا تو فساد ہی فساد برپا ہوتا۔ کہتا ہے کہ یہ عقیدے کی بات نہیں ہے' ہم پوچھتے یہ ہیں کہ کیا اس کے لیے کوئی عقلی دلیل ہو سکتی ہے کہ یہ کرو؟ کہا کہ اس کے مقابلے میں ہم جو تمہیں کہتے ہیں کہ صرف ایک خدا کا قانون ہے جس کے سامنے جھکنا ہے' کسی انسان کو کسی دوسرے انسان کے سامنے جھکنا نہیں ہے۔ یہ کیا ہے؟ کہا کہ **هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَ ذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ** (21:24) یہ چیز تھی باعثِ شرف ان کے لیے ہے جنہوں نے پہلے اسے اختیار کیا اور تمہارے لیے بھی ہے اگر تم بھی یہ مسلک اختیار کرلو۔

عزیزانِ من! شرفِ انسانیت توحید میں ہے۔ شرک کو اس لیے قرآن نے ظلمِ عظیم کہا ہے کہ اس میں شرفِ انسانیت سے انکار ہوتا ہے' کسی دوسرے کے سامنے جھکنا تذلیلِ انسانیت ہے انسان کے لیے۔ کہا کہ اس میں تمہارے لیے شرف ہے کہ کسی اور کے سامنے نہ جھکو۔ **هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَ ذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ** (21:24) تم الحق اور حقیقتیں ان کے سامنے لاتے ہو لیکن ان کی کیفیت یہ ہے کہ ان میں سے اکثریت اس بات کو علم کے ذریعے سے سمجھنے کی کوشش نہیں کرتی۔

انسان کا اپنے جذبات کے تحت عمل کرنا' سب سے بڑا شرک ہے

برادران عزیز! دوسری جگہ تو بڑی دلچسپ چیز کہی کہ **وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ** (23:71) کہتا ہے یہ جو چیز کہہ رہے ہیں کہ انسان اپنی ہی خواہشات کو اپنا معبود بنالے' اپنے ہی جذبات کے پیچھے چلنا شروع کردے تو اس سے بڑا شرک ہی اور کوئی نہیں ہے۔ کہا کہ سوچو تو سہی کہ اگر اس کائنات کا جو خدا ہے' وہ انسانوں کی خواہشات اور آرزوؤں کے پیچھے چلنا شروع کردے تو سارا سلسلہ تہس نہس ہو کر رہ جائے۔ ''جیہڑا دو وجے سوندا اے افیم کھان توں بعد' او کدی چاہے گا کہ پنج وجے سورج نکلے [1]؟''۔ اور چمگادڑ تو یہ چاہے گا ہی نہیں کہ کبھی بھی سورج نکلے۔ کہتا ہے کہ اگر الحق لوگوں کی آرزوؤں کے پیچھے چلنا شروع کردے تو فساد ہی فساد برپا ہوجائے۔ اس لیے اور معبود تو ایک طرف رہا' اپنے جذبات کو بدلگام کرکے' ان کے پیچھے نہ چلو' اس سے بھی شرفِ انسانیت قائم نہیں رہے گا۔ کہا ہے کہ **بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ** (23:71) لیکن کیا کیا جائے ہم بار بار ان کے شرف اور احترام کی چیزیں ان کے پاس لا رہے ہیں اور دیکھو **فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ** (23:71) ان کی مت ماری گئی' اپنے ہی ''شرف'' سے اعراض برتتے چلے جارہے ہیں۔ کیا بات ہے! فوراً ہی کہا کہ **فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ** (23:71)۔ ذکر

---

[1] جو افیون کھانے کے بعد 2 بجے سوتا ہے کیا وہ چاہے گا کہ سورج 5 بجے طلوع ہو؟

کے معنی اگر کسی کی باتیں کرنا ہو کسی کی یاد دلانا ہو تو اس سے کوئی اعراض نہیں برتتا بلکہ اس کو تو وہ پسند کرتا ہے کہ

''ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے جو اس محفل میں ہے''۔

اس سے تو کوئی اعراض نہیں برتتا۔ یہ کیا کہا ہے قرآن نے؟ وہ یہ چیز ہے کہ ہم اس کی عزت' اس کے شرف' اس کے مجد' اس کے احترام' کا راستہ بتاتے ہیں اور ان کو دیکھیے کہ یہ اسی سے اعراض برت رہے ہیں۔ دیکھیے! ان کی عقل کہاں چلی گئی۔ کہا ہے کہ **فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ** (2:152) تم میرے اس نظام کو جس کا مرکز یہ قبلہ ہے' دنیا کے اندر وجہ شرف اور احترام بناؤ' دنیا کی نگاہیں اس نظام کے سامنے جھکیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ نظام کے سامنے تو کیا تمہارے سامنے لوگوں کی نگاہیں جھکیں گی' تمہیں شرف حاصل ہو جائے گا۔ یہ سارا کچھ ہم نے اس لیے کیا ہے۔

عزیزانِ من! اس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ **وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ** (2:152) جتنی یہ نعمتیں میں نے تمہیں دی ہیں' میرے بتائے ہوئے طریق کے مطابق ان کو صرف کرو گے تو بھرپور نتائج نکلیں گے اور اگر تم نے ان کو دبا کر' چھپا کر' ڈھانپ کر' لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل کر کے' اپنی ہی ذات لیے رکھ لیا تو یہ کفر ہوگا' پھر یہ چیز یوں نہیں ہو سکتی۔ یہ شرف یوں نہیں حاصل ہو سکتا' یوں حاصل ہو سکتا ہے۔ ''شکر'' آپ کو معلوم ہے' اس انداز کو کہتے ہیں کہ ''بکری کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے ہوں' وہ بغیر دوہنے کے چلتی جائے اور ان میں سے دودھ ٹپک رہا ہو''۔ آپ کو معلوم ہے جنت کے کنویں کے متعلق قرآن نے یہ کہا ہے کہ وہاں تمہیں کنواں کھود کر پانی نہیں نکالنا پڑے گا' پانی ابھر کر اوپر آ جائے گا۔ اسے شکر کہتے ہیں۔ ہماری نعمتیں یوں رکھو۔ آگے کہا کہ **وَلَا تَكْفُرُوْنِ** (2:152) کفر نہ برتو۔ کفر کے معنی ہوتا ہے ''ڈھانپ کر' چھپا کر' کسی چیز کو رکھنا''۔ کہا کہ یہ نہ کرو۔ اب کہا یہ ہے کہ **اشْكُرُوْا** تمہیں جو ایسی عظیم نعمت دی ہے اس کی قدر کرو۔ ایسا کرو گے تو **اَذْكُرْكُمْ** میں تمہارا شرف بڑھاتا جاؤں گا' دنیا کے اندر تمہارا احترام بڑھاتا جاؤں گا۔

عزیزانِ من! آج ہم سورۃ البقرۃ کی آیت 152 تک آ گئے اور قبلے سے متعلق جو قرآن نے بحث شروع کی تھی' یہاں تک سرِ دست اس کو ختم کیا' اب آگے یہ بات آئی کہ پھر یہ نظام وجہ شرف کس طرح سے بنتا ہے' اس میں تمہیں کیا کچھ کرنا ہوگا؟ ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ اس تعینِ قبلہ کے ساتھ' پورے ارکان کے ساتھ نماز پڑھ لی تو یہ فریضہ ادا ہوا۔ اگلی آیات میں یہ دیکھیے گا کہ اس نظام کو قائم کرنے کے لیے کرنا کیا کچھ پڑتا ہے:

یہ شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

یہ میں اگلی آیتوں میں لوں گا۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاخرہ تحریم

فیملی لاز میں مجوزہ ترامیم

کیا خواتین کو ان کے حقوق مل جائیں گے؟

خاندان کو کسی بھی معاشرے میں کلیدی حیثیت حاصل ہے لہٰذا اسے مضبوط بنانے کے لئے وقتاً فوقتاً مختلف قوانین بنائے جاتے رہے ہیں تاکہ فیملی کی مشکلات کا ازالہ کیا جا سکے۔ قیام پاکستان کے بعد کافی عرصہ تک شادی اور طلاق کی رجسٹریشن بھی نہیں ہوتی تھی اس وقت شادیاں زبانی کلامی ہو جاتی تھیں رفتہ رفتہ ان کی رجسٹریشن کی ضرورت محسوس کی گئی' مسلم عائلی قوانین مجریہ 1961ء پاکستان میں شادی سے متعلق موجود قوانین میں ایک اہم قانون ہے۔ اس میں شادی کے عناصر بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اس کے تحت لڑکے اور لڑکی کی رضامندی' نکاح کے وقت مہر کا تعین' گواہان کے دستخط اور نکاح نامے کی رجسٹریشن کروانا ضروری ہے۔ 1955ء میں حکومت نے ایک کمیشن تشکیل دیا تھا کہ خواتین کے مطالبات کے مطابق عائلی قوانین تشکیل دیئے جائیں۔ کمیشن کی سفارشات کی بنیاد پر مسلم عائلی قوانین مجریہ 1961ء کا نفاذ کیا گیا۔ جس میں شادی کی رجسٹریشن کو لازمی اور پورے ملک میں ایک ہی طرح کا نکاح نامہ رائج کیا گیا۔ کوئی شخص دوسری شادی' مصالحتی کونسل یا مصالحتی عدالت کی اجازت کے بغیر نہیں کر سکتا۔ نکاح کے وقت اگر مہر کی رقم کا تعین نہ کیا گیا ہو تو ایسی صورت میں بھی عورت مہر کی حقدار ہوتی ہے۔ دی ویسٹ پاکستان فیملی کورٹ ایکٹ 1964ء دی ویسٹ پاکستان فیملی کورٹس رولز 1965ء میں بچوں کی شادیوں سے متعلق چائلڈ میرج ریسٹرینٹ ایکٹ 1929ء اور دی ڈسولوشن آف مسلم میرج ایکٹ 1939ء کی موجودگی میں فیملی کے یونٹ کو مضبوط اور موثر بنانے کی کوشش کی گئی لیکن اس کے باوجود مختلف مسائل سامنے آتے رہے۔ چنانچہ مختلف پلیٹ فارمس سے ان عائلی قوانین میں ترامیم کے لئے آواز بلند ہوتی رہی۔ جس پر 2002ء میں بھی چند فیملی لاز میں ترامیم کی گئیں۔ 2008ء میں قانونی ماہرین اور سول سوسائٹی کے نمائندوں نے مل کر موجودہ قوانین کا جائزہ لیا۔

فیملی لاز خواتین پر اثر انداز ہوتے ہیں یہ قوانین شادی' طلاق' نان ونفقہ' خلع' بچوں کی تحویل' سرپرستی اور وراثت سے متعلق ہیں۔ پاکستان بننے کے بعد جو قوانین

ہمارے ہاں نافذ تھے ان میں ڈسولوشن آف مسلم میرج ایکٹ 1939ء گارڈین اینڈ وارڈ ایکٹ 1890ء اور چائلڈ میرج ریسٹرینٹ ایکٹ 1929ء تھے۔ مسلم فیملی میرج میں شریعت اپلی کیشن ایکٹ موجود تھا۔ 1955ء کے کمیشن کی سفارشات کی روشنی میں عائلی قوانین مجریہ 1961ء خواتین کے حوالے سے بہتر قوانین کے طور پر سامنے آئے لیکن وقت کے ساتھ مختلف کمیٹیاں اپنی سفارشات پیش کرتی رہیں۔ 1994ء میں بھی ایک انکوائری کمیشن تشکیل دیا گیا تاکہ جائزہ لے کر بتائے کہ کہاں کہاں عورت کو برابر کا شہری تسلیم نہیں کیا جاتا۔ اس کمیشن نے فیملی لاز کی تمام شقوں کا جائزہ لے کر رپورٹ دی مگر حکومت نے اس رپورٹ پر توجہ نہ دی۔ خواتین کے رتبے کے خصوصی کمیشن نے ان معاملات پر توجہ دی' چند این۔ جی۔ اوز کی طرف سے مختلف ترامیم پیش کی گئیں۔

ایڈووکیٹ حنا جیلانی نے کہا کہ اس وقت خرچے کے کیس میں عبوری حکم کے تحت عورت کو کچھ نہ کچھ دیا جاتا ہے جو ایک مثبت علامت ہے۔ دراصل قوانین میں اتنی زیادہ کمی نہیں ہوئی لیکن خلا پروسیجرل سائیڈ پر ہے۔ طلاق کے حوالے سے ایک خاص مدت طے کی گئی تھی کہ تین سے چار ماہ کے عرصے میں طلاق اور اس سے متعلق تمام کیسز کا فیصلہ کر لیا جائے' لیکن یہاں خلع میں پرابلم آ رہی ہے۔ عورت کو خلع کے لئے کورٹ میں جانا پڑتا ہے جہاں تین ماہ کے بعد اگر کورٹ ڈگری جاری کر دیتا ہے تو پھر اسے طلاق کے سرٹیفکیٹ کے لئے متعلقہ یونین کونسل میں جانا پڑے گا جہاں پھر نئے سرے سے مصالحت کا طریقہ کار اپنایا جاتا ہے اور تین ماہ کے عرصہ کے بعد سرٹیفکیٹ جاری کیا جاتا ہے حالانکہ اگر ایک مرد طلاق کا کیس متعلقہ یونین کونسل میں داخل کرتا ہے تو صرف تین ماہ میں سرٹیفکیٹ جاری کر دیا جاتا ہے۔ عورتوں کے ساتھ یہ امتیازی سلوک کیوں؟

صباحت ریاض نے کہا کہ اگر کسی لڑکی کی رخصتی نہیں ہوئی تو اسے عدت پوری کرنے کی ضرورت نہیں لیکن ہمارے قانون میں اس کی تشریح نہیں کی گئی۔ نیچرل گارڈین میں ماں کا نام شامل نہیں ہے اس میں ماں اور باپ دونوں کا نام شامل ہونا چاہئے۔ نکاح نامے میں شوہر کا رتبہ اور آمدنی کے ذرائع کی تفصیل بھی دی جانی چاہئے خرچہ بھی نکاح کے وقت ہی طے کیا جائے۔ فیملی کورٹ کے مقدمات پر فیصلے جلد نمٹائے جا رہے ہیں بہت کم معاملات میں دیر ہوتی ہے لیکن ڈبل پروسیجر کی وجہ سے عورت کو مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کورٹ کی ڈگری کے بعد یونین کونسل کو پابند کیا جانا چاہئے کہ وہ خواتین کو فوری خلع کا سرٹیفکیٹ جاری کرے۔

فیملی ججز زیادہ سے زیادہ ہونے چاہئیں' خلع کی صورت میں عورت کو حق مہر چھوڑنا پڑتا ہے۔ اگر کوئی بہت بڑی چیز حق مہر کے ذریعے دی گئی ہے اس پر تو یہ لاگو ہو سکتا ہے لیکن عام کیسوں میں یہ ختم ہونا چاہئے۔ عبوری نان ونفقہ بہت کم اور عورت کی ضروریات کے مطابق نہیں ہوتا۔ عورت اگر کماتی نہیں تو وہ انتظار نہیں کر سکتی اس لئے خرچہ

فوری طور پر دینا چاہئے۔

ناصرہ جاوید اقبال نے کہا کہ میں نے 400 صفحات پر مشتمل ترامیم لکھ کر خواتین کے رتبے کے قومی کمیشن کو جمع کروائی ہیں تاکہ وہ ان ترامیم کا جائزہ لے اور پھر اس پر مزید کاروائی کی جائے' کچھ ترامیم سول سوسائٹی کی جانب سے بھی جمع کروائی گئی ہیں جس میں کہا گیا ہے کہ فیملی لاز کا اطلاق پورے ملک پر ہونا چاہئے حتیٰ کہ ٹرائبل ایریا میں بھی ان پر عملدرآمد کرایا جائے ہر ڈسٹرکٹ میں کم از کم ایک فیملی کورٹ ایسا ضرور ہونا چاہئے جہاں خاتون جج ہو' مرد اگر دوسری شادی کرنا چاہتا ہے تو جج اس کی بیوی سے اپنے چیمبر میں ملاقات کر کے تسلی کرے کہ یہ فیصلہ اس نے کسی دباؤ کے تحت تو نہیں کیا اور اس کا شوہر اسے گھر اور فنانشل مدد فراہم کرتا رہے گا' چھوٹے بچوں کی شادی کی اجازت ہرگز نہ دی جائے۔ دلہن کی شادی کی عمر بھی 18 سال ہونی چاہئے اور قانون کی خلاف ورزی کرنے پر سخت سزا دی جائے۔ عدالتیں طلاق کے حق کو یقینی بنائیں۔ خلع کی بنیاد پر بھی تین ماہ میں ڈگری جاری کر دی جائے۔ نکاح نامے میں میاں بیوی کے ازدواجی رتبے کو درج کیا جائے۔ کالم 18 میں خواتین کو طلاق کا حق دینا لازمی قرار دیا جائے۔ خواتین کے حقوق کے لئے ان ترامیم پر کب عمل ہوتا ہے اور یہ کس حد تک موثر ثابت ہوگا۔ یہ تو وقت ہی بتائے گا لیکن اس کے لئے کوششیں جاری ہیں خواتین اس کی منتظر ہیں۔

ضرورتِ رشتہ

ایک بیٹا جس کی عمر 24 سال ہے' تعلیم اے۔سی۔سی۔اے انگلینڈ (گلاسگو) میں ملازم' برسرِ روزگار ہے۔ کے لئے قرآنی فکر کے حامل ترجیحاً برطانیہ کے رہائشی رشتہ کی ضرورت ہے۔ خواہش مند درج ذیل پر رابطہ فرمائیں:

انگلینڈ میں رابطہ نمبر:00447556313115' پاکستان میں رابطہ کے لئے:0321-6627559

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک بیٹی عمر 26 سال' تعلیم ڈی فارمیسی' لیکچرر کے لئے قرآنی فکر کا حامل موزوں رشتہ درکار ہے۔ خواہش مند درج ذیل پر رابطہ فرمائیں۔

موبائل:0321-6627559

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک بیٹا عمر 24 سال' تعلیم بی۔ایس۔سی' برسرِ روزگار کے لئے طاہرہ بیٹی کا رشتہ درکار ہے۔ خواہش مند حضرات رابطہ کریں۔ جہیز وغیرہ کی ضرورت نہیں ہے۔

برائے رابطہ:0336-6751033

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سلمان شہبازی

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں

ہندو خاندانوں کو ملک چھوڑنے پر مجبور کیا جارہا ہے

ہمارے ہاں بھارت میں ہونے والے مسلمانوں کے خلاف تشدد کے واقعات کا (بجا طور پر) بہت رونا رویا جاتا ہے۔ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا ان پر بہت واویلا کرتا ہے لیکن اسلامی جمہوریہ پاکستان' جہاں آئین میں واضح طور پر اقلیتوں کے تحفظ کی ضمانت دی گئی ہے' میں ان کی کیا حالت زار ہے' اس پر آج تک کسی نے سنجیدہ توجہ نہیں دی۔ اقلیتوں کے ساتھ امتیازی سلوک اور ان کی قتل وغارت گری کے واقعات عام ہو چکے ہیں اور نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ اقلیتوں میں سے ہندو کمیونٹی کے لوگ اب ملک چھوڑنے پر مجبور ہو چکے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق پاکستان سے ہر ماہ کم ازکم ایک ہندو خاندان بھارت منتقل ہو رہا ہے۔ یہ خاندان اپنی منتقلی کی وجہ پاکستان میں اپنی جان و مال کو درپیش خطرات بتاتے ہیں۔ بھارت منتقلی میں ضلع جیکب آباد کے ہندو گھرانوں کی اکثریت ہے جہاں اکثر ہندو گھرانے لوٹ مار' قتل و غارت' ڈاکہ زنی کا شکار ہیں اور ان کے بچوں کا اغوا ایک معمول بن گیا ہے۔

ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کے ایک اعلیٰ عہدے دار کے مطابق تھرپارکر سندھ کا ایک ایسا ضلع ہے جہاں ہندو مسلمانوں کے مقابلہ میں اکثریت میں ہیں لیکن اکثریت کے باوجود لاقانونیت' امتیازی سلوک اور آئے دن کی ڈاکہ زنی کا شکار ہیں اور اس سے تنگ آ کر ہندو کمیونٹی تیزی سے علاقہ چھوڑ رہی ہے۔ بی بی سی کی ایک رپورٹ کے مطابق سندھ اسمبلی میں مسلم لیگ (ق) کے ایک ہندو ایم پی اے رام سنگھ سادھو اپنے اہل خانہ کے ہمراہ حال ہی میں بھارت منتقل ہو چکے ہیں رام سنگھ کا اسمبلی کی رکنیت سے استعفیٰ ان کے بھارت منتقل ہونے کے چھ ماہ بعد یکم فروری کو جمع کرایا گیا ہے۔ بی بی سی کے مطابق رام سنگھ سادھو کی بھارت منتقلی کی تصدیق ضلع تھرپارکر سے (ق) لیگ کے منتخب رکن قومی اسمبلی عبدالرزاق راہوں نے بھی کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ رام سنگھ بجٹ اجلاس کے بعد علاج کا کہہ کر بھارت گئے تھے لیکن بعد میں ان کا خاندان بھی وہاں منتقل ہو گیا۔

راہوں کا کہنا ہے کہ بھارت میں ڈاکٹروں نے انہیں دو سال آرام کا مشورہ دیا تھا جس کے بعد انہوں نے اسمبلی کی رکنیت سے مستعفی ہونے کا فیصلہ کیا۔ رام سنگھ نے تھرپارکر میں اپنی رہائش گاہ اور دیگر جائیداد فروخت کر دی ہے۔ رام سنگھ سادھو ضلع تھرپارکر کے اہم ہندو سیاست دان تھے وہ سن پچاسی میں سندھ اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے تھے' وہ حکومت کے مشیر رہ چکے ہیں۔ مشرف دور میں رام سنگھ سادھو تھرپارکر ضلع کونسل کے نائب ناظم کے فرائض بھی انجام دے چکے ہیں۔

ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کے عہدیدار کے مطابق پاکستان کے پہلے وزیر قانون جوگندر ناتھ منڈل بھی پاکستان سے بھارت منتقل ہو گئے تھے۔ ان کا تعلق مشرقی پاکستان سے تھا۔ منڈل واحد شخص تھے جنہوں نے لیاقت علی خان کی پیش کردہ قرارداد مقاصد پر تنقید کی تھی اور جواباً ان کا جینا دوبھر کر دیا گیا اور آخرکار انہیں مشرقی پاکستان کو بھی خیرباد کہنا پڑا حالانکہ وہاں ہندو کافی اکثریت میں رہتے ہیں۔ اسی طرح 1971ء میں مغربی پاکستان اسمبلی کے رکن رانا چھمن سنگھ بھی بھارت منتقل ہوئے۔ مہرومل جگوانی 1985ء میں سندھ اسمبلی کے رکن تھے وہ بھی بعد میں بھارت منتقل ہو گئے۔

یہ تو ان لوگوں کی کہانی ہے جو اعلیٰ ذات کے ہندو ہیں اور اپنے علاقے میں وسیع و عریض جائیدادوں اور زمینوں کے ساتھ ساتھ وسیع اثر ورسوخ کے مالک ہیں لیکن ان کی زندگی اتنی تنگ کر دی گئی کہ انہوں نے یہاں سے جانے میں ہی عافیت سمجھی۔ ان لوگوں کی کیا حالت ہو گی جو انتہائی نچلی ذات کے ہیں۔ بے آسرا ہیں' بے زمین ہیں' بے روزگار ہیں' ان پڑھ ہیں اور جن کے پاس مکان کی چھت بھی نہیں وہ کس حال میں زندگی گزار رہے ہیں۔ یہ شاید ہم میں سے کسی نے جاننے کی کوشش بھی نہیں کی اور نہ ان کے مسائل اور دکھوں کا ہم تصور کر سکتے ہیں۔

بی بی سی ہی کی ایک رپورٹ کے مطابق سندھ کے بہت سارے علاقوں میں ہندوؤں کو اپنے شمشان گھاٹ بنانے کی بھی اجازت نہیں ہے چنانچہ انہیں اپنے مردوں کو اپنے مذہب کے برخلاف قبرستان میں دفنانا پڑتا ہے۔ ماہرین کے مطابق یہ صورتحال صرف سندھ میں ہی نہیں ہے بلکہ صوبہ بلوچستان جس میں ہندو بہت تعداد میں رہتے ہیں میں بھی تقریباً یہی صورتحال ہے۔ بلوچستان کے اضلاع قلات' مستونگ' خضدار' دالبندین' پنج گور' خاران' سبی اور کھڈ کوچہ میں بہت بڑی تعداد میں ہندو خاندان رہتے ہیں۔ ڈاکہ زنی' اغواء برائے تاوان اور قتل کی اتنی وارداتیں ہو رہی ہیں کہ ان علاقوں سے سینکڑوں خاندان بھارت منتقل ہو رہے ہیں۔

انجمن تاجران بلوچستان کے ڈپٹی سیکرٹری اور تاجر امن کمیٹی بلوچستان کے چیئرمین قیوم آغا کے مطابق

بلوچستان کے مندرجہ بالا شہروں اور کوئٹہ میں متمول ہندو اور بوہرہ تاجروں کی ایک بڑی تعداد ہے جن کا ڈاکوؤں نے جینا دوبھر کر دیا ہے۔ آئے روز کوئی نہ کوئی ہندو تاجر تاوان کے لئے اغوا کر لیا جاتا ہے اور تاوان کی رقم لاکھوں میں نہیں بلکہ کروڑوں میں ہوتی ہے جب تاجر کی فیملی 20 سے 35 لاکھ کا انتظام کر کے اغوا کار کو پہنچاتی ہے تو وہ مغوی کی انگلیاں اور پھر ہاتھ کاٹ کر بھیج دیتے ہیں مجبوراً مغوی تاجروں کی فیملی کو سود پر قرض لے کر یا مکان اور جائیدادیں بیچ کر تاوان ادا کرنا پڑتا ہے۔

انہوں نے بتایا کہ اغوا کاروں سے رحم کی کوئی امید نہیں رکھی جا سکتی۔ رقم ادا نہ کرنے کی صورت میں ایک ہندو تاجر کا سر اور ہاتھ کاٹ کر اس کے جسم پر رکھ کر تصویر کھینچ کر اس کی فیملی کو بھجوا دی گئی۔ انہوں نے بتایا کہ قانون نافذ کرنے والی ایجنسیاں اغوا کاروں سے ملی ہوئی ہیں اور باقاعدہ اپنا حصہ وصول کرتی ہیں۔ ان کے مطابق صرف ایک سال کے اندر کم از کم 16 تاجر قتل ہو چکے ہیں جن میں سے تین ہندو ہیں انہوں نے بتایا اسمبلی میں بیٹھے لوگ بھی خاموش ہیں اور ایسا لگتا ہے یا تو وہ بے بس ہیں یا وہ اغوا کاروں کی سرپرستی کرتے ہیں۔ اس وقت یہ حالت ہو چکی ہے کہ اوسطاً روزانہ دو افراد اغوا ہوتے ہیں اور اکثریت ان میں بوہروں اور ہندوؤں کی ہے۔ آئے روز ان کی کہیں نہ کہیں سے مسخ شدہ لاشیں ملتی رہتی ہیں۔

ہیومن رائٹس کمیشن کے عہدیدار کے مطابق کوئٹہ میں کافی تعداد میں ہندو تاجر سینکڑوں سال سے بس رہے ہیں اور لاقانونیت کی موجودہ حالت میں جہاں عام متمول لوگ جن کی کوئی سیاسی وابستگی نہیں ان کی کوئی سرپرستی نہیں کرتا' وہ عام طور پر کمزور سمجھ کر اغوا کاروں کا نشانہ بنتے ہیں۔ ان میں ہندو کمیونٹی آسان ترین شکار ہے جن پر میڈیا بھی آواز اٹھانا گوارا نہیں کرتا اور نہ ان کی کوئی خبر چھپتی ہے۔ میڈیا کی جانبداری کا یہ عالم ہے کہ سندھ اسمبلی کے موجودہ رکن کے استعفیٰ اور بھارت منتقلی کی خبر شاذ و نادر ہی کسی بڑے اخبار نے شائع کی ہو تاہم لاہور سے شائع ہونے والے نوائے وقت اور دی نیشن نے خبر کو اس رنگ میں پیش کیا کہ ''ہندو رکن اسمبلی بھارت فرار ہو گیا''۔

سانحہ ارتحال

اکاؤنٹینٹ ادارہ محمد زمرد بیگ صاحب کی بیٹی گذشتہ دنوں وفات پا گئی ہیں۔ مرحومہ کچھ عرصہ پہلے ہیپاٹائیٹس سی کا شکار ہو گئی تھیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ ادارہ محمد زمرد بیگ اور مرحومہ کے پس ماندگان و اعزہ و اقرباء کے دکھ میں برابر کا شریک ہے۔

پاکستان میں
غلام احمد پرویز علیہ الرحمتہ

کا درس قرآن کریم مندرجہ ذیل منظور شدہ مقامات پر ہوتا ہے

نوٹ: نمائندگان محترم سے التماس ہے کہ ایڈریس یا اوقاتِ درس میں تبدیلی کی صورت میں ادارہ کو فی الفور مطلع فرمائیں۔

شہر	مقام	دن	وقت
ایبٹ آباد	234-KL کیہال۔رابطہ۔گل بہار صاحبہ	بروز جمعہ	10AM
ایبٹ آباد	234-KL کیہال۔رابطہ: شیخ صلاح الدین فون۔0992-334699 موبائل 0321-9813250	بروز جمعہ	بعد نماز جمعہ
اسلام آباد	برمکان ڈاکٹر انعام الحق مکان نمبر 302 سٹریٹ نمبر 57 سیکٹر F-11/4 رابطہ: ڈاکٹر انعام الحق فون نمبر 051-2290900	بروز اتوار	11AM
اوکاڑہ	برمکان احمد علی بیت الحمد 180-AB-4 شادمان کالونی ایم۔اے جناح روڈ رابطہ میاں احمد علی: 0442-527325 موبائل: 0321-7082673	بروز جمعہ	3PM
پنج کسی	برمطب حکیم احمد دین۔رابطہ فون نمبر:	بروز جمعہ	3PM
جہلم	جنجوعہ ٹاؤن پوسٹ آفس فوجی ملز نزد بیکن ہاؤس سکول۔رابطہ فون نمبر:	ہر ماہ پہلی اور آخری اتوار	4PM
چوٹی زیریں	بر دوکان لغاری برادرز زرعی سروس ڈیرہ غازی خان۔رابطہ: ارشاد احمد لغاری۔موبائل: 0331-8601520	ہر ماہ پہلا اتوار	12 بجے دن
چنیوٹ	11/9-W گوجر چوک (گنبد والی کوٹھی) سیٹلائیٹ ٹاؤن۔ رابطہ: آفتاب عروج فون: 047-6331440-6334433۔	بروز جمعہ	بعد نماز جمعہ
حیدر آباد (قاسم آباد)	محترم ایاز حسین انصاری B-12 حیدر آباد ٹاؤن فیز نمبر 2 قاسم آباد بالمقابل نسیم نگر آخری بس سٹاپ۔رابطہ فون: 022-654906	بروز جمعہ	بعد نماز عصر
راولپنڈی	فرسٹ فلور کمرہ نمبر 114 فیضان پلازہ۔کمیٹی چوک۔ رابطہ ملک محمد سلیم ایڈووکیٹ موبائل: 0331-5035964	بروز جمعہ بروز اتوار	4PM 4PM
راولپنڈی	برمکان امجد محمود مکان نمبر 14/A گلی نمبر 4 راہِ طلوع اسلام جنجوعہ ٹاؤن اڈیالہ روڈ نزد جراہی سٹاپ راولپنڈی۔رابطہ: رہائش: 051-5573299 موبائل: 0322-5081985	بروز اتوار	10AM
خان پور	بمقام مکان حبیب الرحمان محلہ نظام آباد وارڈ نمبر 9 خان پور ضلع رحیم یار خان رابطہ: نمائندہ حبیب الرحمٰن۔فون نمبر گھر: 068-5575696 دفتر: 068-5577839	بروز جمعہ	3PM

شہر	پتہ	دن	وقت
سیالکوٹ	معرفت کمپیوٹرسٹی' سٹی ہاؤس' سٹی سٹریٹ' شہاب پورہ روڈ' رابطہ: محمد حنیف' 03007158446۔ محمد طاہر بٹ' 0300-8611410۔ محمد آصف مغل 0333-8616286۔ سٹی ہاؤس 052-3256700	ہر دوسرے اتوار	5PM
سرگودھا	B-4' گلی نمبر 7' بلاک 21' نزد کی مسجد چاندنی چوک' رابطہ۔ ملک محمد اقبال۔ فون: 048-711233	بروز منگل	7PM
فیصل آباد	رحمان نور سینٹر' فرسٹ فلور' مین ڈگلس پورہ بازار' رابطہ: محمد عقیل حیدر' موبائل: 0313-7645065	بروز جمعہ	4PM
فتح پور' سوات	فتح پور' سوات' رابطہ: خورشید انور' فون: 0946600277' موبائل: 0315-9317755	بروز اتوار	3PM
	محترم ظاہر شاہ خان آف علی گرام' سوات کا ڈیرہ۔ موبائل: 0346-9467559	ہر اتوار	9AM
کراچی	105 سی بریز پلازہ' شاہراہ فیصل۔ رابطہ شفیق خالد' فون نمبر: 0300-2487545	بروز اتوار	10AM
کراچی	A-446 کوہِ نور سنٹر' عبداللہ ہارون روڈ' رابطہ محمد اقبال۔ فون: 021-35892083' موبائل: 0300-2275702	بروز اتوار	10AM
کراچی	ڈبل اسٹوری نمبر 16' گلشن مارکیٹ' کورنگی نمبر 5۔ رابطہ: محمد سرور۔ فون نمبرز: 021-35031379-35046409' موبائل: 0321-2272149	بروز اتوار	2PM
کراچی	نالج اینڈ ویزڈم سنٹر' سلمان ٹاورز' آفس نمبر C-15' بالمقابل نادرا آفس' ملیر سٹی۔ رابطہ: آصف جلیل فون نمبر: 021-35421511' موبائل: 0333-2121992' محمود الحسن۔ فون: 021-35407331	بروز اتوار	11AM
کوئٹہ	صابر ہومیو فارمیسی' توغی روڈ۔ رابطہ فون: 081-2825736	بروز اتوار	4PM
گوجرانوالہ	شوکت نرسری' گل روڈ' سول لائنز۔ رابطہ: موبائل: 0345-6507011	بروز جمعہ	بعد نماز عصر
لاہور	B-25' گلبرگ 2' (نزد مین مارکیٹ' مسجد روڈ)۔ رابطہ فون نمبر: 042-35714546	بروز اتوار	10AM
لاڑکانہ	برمکان اللہ بخش شیخ نزد قاسمیہ محلہ جاڑل شاہ' رابطہ فون: 074-4042714	بروز جمعہ	بعد نماز مغرب
منڈی۔ بہاؤالدین	رابطہ: خان محمد' (وڈیو کیسٹ) برمکان ماسٹر خان محمد گلی نمبر 1' محلہ صوفی پورہ۔ فون نمبر: 0456-520969 موبائل نمبر: 0334-4907242	بروز جمعہ	10 AM
نواں کلی' صوابی	رابطہ بابو اسرار اللہ خان' معرفت ہومیو ڈاکٹر ایم۔ فاروق' محلہ خدر خیل۔ فون نمبر:	بروز اتوار	10 AM
صوابی	بمقام چار باغ' (حجرہ ریاض الامین صاحب)' (رابطہ: انچارج یوٹیلیٹی سٹورز' مردان روڈ' صوابی) فون نمبرز: (0938)310262, 250102, 250092	بروز اتوار	3 P.M

غلام احمد پرویز علیہ الرحمۃ کی جملہ تصانیف اور ماہنامہ طلوع اسلام کا تازہ شمارہ بھی انہی جگہوں پر دستیاب ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

خریدار حضرات خصوصی توجہ فرمائیں

جن خریدار حضرات کی زرِ شرکت ماہنامہ طلوع اسلام ختم ہوچکی ہے وہ برائے مہربانی جلد از جلد ادارہ کو ارسال فرمائیں۔ شکریہ